Regd. No. P/GDP-3
Phone No. 35
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
بدر
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان
تُحَفُ السَّلَامِ
حَمَامَتُنَا تَطِيْرُ بِرِيْشِ شَوْقٍ
وَفِيْ مِنْقَارِهَا تُحَفُ السَّلَامِ
اِلٰى وَطَنِ النَّبِيِّ حَبِيْبِ رَبِّيْ
وَسَيِّدِ رُسْلِهٖ خَيْرِ الْاَنَامِ
(المسیح الموعودؑ)
ترجمہ:۔ "ہماری کبوتری چونچ میں سلام کے تحفے لئے شوق کے پروں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن کی طرف اڑی جارہی ہے۔ پیارے نبیؐ میرے رب کے حبیب، رسولوں کے سردار اور خیر الانام ہیں۔"
ادارۂ تحریر
ایڈیٹر:۔ خورشید احمد انور
نائبین
شکیل احمد طاہر

ہفت روزہ بدر قادیان

سیرۃ النبیؐ نمبر

(بابت)

۳ ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ

مطابق

۶ نبوت ۱۳۶۵ ہش

۶ نومبر ۱۹۸۶ء

جلد : ۳۵ | شمارہ : ۴۵

شرحِ چندہ

سالانہ ——— ۳۶ روپے
ششماہی ——— ۱۸ روپے
ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ——— ۱۲۰ روپے
فی پرچہ ——— ۷۵ پیسے
خاص نمبر ——— ۳ روپے

اداریہ

طاعتِ خالقِ باری ہے اطاعت اُنؐ کی

مورخین، سیرت نگاروں اور ماہرینِ فلکیات نے اگرچہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادتِ باسعادت اور تاریخ وصال دونوں ہی سے متعلق مختلف نظریات اور خیالات کا اظہار کیا ہے۔ تاہم عالمِ اسلام میں صدیوں سے ماہِ ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ ہی کو یوم میلاد النبیؐ اور یوم وصال النبیؐ دونوں حیثیتوں سے منانے کا عمومی طریق رائج ہے۔ جمہور مسلمانوں کے اسی مروّجہ طریق پر بناء کرکے جماعتِ احمدیہ بھی ہر سال تاریخِ کائنات کے اس مقدس اور بابرکت ترین دن پر دُنیا کے گوشے گوشے میں جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انعقاد کا شایانِ شان اور پُر وقار اہتمام کرتی ہے جن میں کسی بھی قسم کی ظاہری نمود و نمائش اور وقتی وجذباتی خوشیوں کے اظہار کی بجائے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف حسین گوشوں کو اُجاگر کیا جاتا ہے اور افرادِ جماعت کو زندگی کے ہر شعبہ میں اُسوۂ رسولؐ کو دستور العمل بنانے کی تلقین کی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک اِن یوم باسعادت کو ایک مقدس مذہبی تقریب کے طور پر منانے کا اِس سے بڑھ کر پاکیزہ اور بلند تر مقصد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

عہدِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر جانے اور مشکوٰۃِ نبوت سے کوسوں دُور ہو جانے کے باوصف آج بھی ہر مسلمان اپنے آپ کو اس برگزیدہ عربی رسولؐ فداہُ نفوسنا کی طرف منسوب کرنے میں دلی فخر اور سعادت محسوس کرتا ہے جو تمام تر انسانی فضائل و کمالات کا جامع اور مکارمِ اخلاق کی بلند ترین چوٹیوں پر فائز تھا۔ جس کا زُہد و تقویٰ، محبت و عشقِ الٰہی، حلم و بُردباری، فقر و غنا، صبر و استقلال، جرأت و سخاوت، شجاعت و جوانمردی، عفت و پاکدامنی اور صداقت و امانت، غرضیکہ ہر پاکیزہ خُلق اپنے اندر ایک ایسی نرالی اور منفرد شان رکھتا ہے جس کی نظیر کسی اور جگہ ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ اسی لئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو مخاطب کرکے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:- لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (احزاب: ۲۲) کہ اللہ کا یہ برگزیدہ رسولؐ خلق فاضلہ کی رفعتوں پر فائز ہونے کی وجہ سے تمہارے لئے ایک بہترین اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اگر تم دین و دُنیا میں حقیقی فلاح اور نجات کے خواہاں ہو تو اُسوۂ رسولؐ کی متابعت اختیار کرو۔ کہ بجز اس کے فلاح و نجات کی سب راہیں مسدود ہیں۔

پھر ایسے باصفا لوگوں کو جو نبی اُمّی لقبؐ کی عظمت و شان کو دیکھ کر اپنے لئے بھی رُوحانیت کے ایسے ہی اعلیٰ و ارفع مدارج کے متمنی ہوں، اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم خوشخبری بھی عطا فرمائی ہے:- إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران: ۳۲) کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! محبت و رضائے الٰہی کے خواہاں لوگوں کو بشارت دیدے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ بھی تمہیں اپنے محبوبوں کے زمرہ میں شامل کرے تو میری کلّی متابعت اختیار کرو۔ اُن راہوں پر چلو جو مَیں نے اپنے پاکیزہ عملی نمونہ سے متعین کی ہیں۔ اُن نقوشِ پا کی پیروی کرو جو مَیں نے ان راہوں پر چل کر ثبت کئے ہیں۔ مَیں اللہ کی اطاعت میں محو ہو کر اس کا محبوب اور مقرب بنا ہوں۔ تم میری اطاعت میں کھو کر محبوبِ بارگاہِ الٰہی بن جاؤ۔ نتیجۃً آسمانِ رُوحانیت کے وہ تمام انعامات تم پر بھی موسلا دھار بارش کی مانند نازل ہونے شروع ہو جائیں گے جو انبیاء و صلحائے گزشتہ پر نازل ہوتے رہے ہیں۔ ہاں وہی جلیل القدر رُوحانی انعامات جن کی رُوح پرور تفصیل خُدائے بزرگ و برتر نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں بایں الفاظ بیان فرمائی ہے:-

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا ○ (النساء: ۷۰)

یعنی جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اختیار کریں گے وہ یقیناً اُن لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین میں۔ اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

قرآن حکیم میں وارد اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ عارضی اور وقتی نہیں۔ بلکہ مستقل نوعیت کا حامل ہے۔ جس کا عملی ثبوت آج بھی ایک فانی فی الرسولؐ کے اِن الفاظ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے:-

"مَیں اُس خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اُس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہُوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی، ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہُوا! اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۴-۲۵)

ہم علی وجہ البصیرت یہ ایمان رکھتے ہیں کہ فخر الاوّلین والآخرین حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمۂ فیضان ہر دَور میں جاری رہا ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ پس سُورۃ نساء میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اِس حتمی وعدہ کا عملی ثبوت ہم آج بھی اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ مگر اِس شرط کے ساتھ کہ ہم ہر شعبۂ عمل میں اُسوۂ رسولؐ کو اپنائیں اور آپؐ کی کلّی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں ؎

بصیرتوں کا مُرقّع رہا وہ اُمّی لقب
کھُلی کتاب ہے وہ اَب بھی آدمی کے لئے

۱۲ ربیع الاوّل کا مقدس تاریخی دن ہر دردمند دل رکھنے والے مسلمان سے اِسی بات کا تقاضا کرتا ہے، اور اسی تقاضے کو پُورا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اپنی جماعت کو یہ تلقین فرمائی ہے:-

"مَیں کھول کر کہتا ہُوں اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور نقشِ قدم پر چلنے کے بغیر کوئی انسان کوئی رُوحانی فیض اور فضل حاصل نہیں کر سکتا۔" (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۳۲-۲۳۳)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ ؎

حق تعالیٰ کی شہادت ہے شہادت اُنؐ کی
طاعتِ خالقِ باری ہے اطاعت اُنؐ کی

آمین اللّٰھم آمین

(خورشید احمد انور)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۲ نبوت (نومبر)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارے میں عرصہ زیرِ اشاعت کے دوران کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ احبابِ کرام اپنے جان و دل سے عزیز آقا کی صحت و سلامتی اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے بالالتزام دُعائیں جاری رکھیں۔

● محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو عموماً دوپہر کے بعد نقاہت محسوس ہوتی ہے اور شام کے وقت ہلکی سی سانس کی تکلیف بھی ہو جاتی ہے پرلی رات کو سانس کی تکلیف زیادہ ہو گئی تھی، ڈاکٹری ہدایت کے مطابق علاج جاری ہے۔ احباب محترمہ سیدہ موصوفہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے عاجزانہ دُعا کی درخواست ہے۔

● محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی امرتسر سِول ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر واپس قادیان تشریف لے آئے ہیں۔ ڈاکٹروں نے صحت میں رفتارِ ترقی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ موصوف کی کامل و عاجل صحت کے لئے بھی دُعا کی درخواست ہے۔

● مقامی طور پر جملہ درویشانِ کرام و احبابِ جماعت بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔
پروپرائٹر:- نگران بورڈ بدر قادیان۔

سرورِ کائنات وفخرِ موجودات حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

فضائل اور کمالات

مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی تحریرات کے آئینہ میں

تاریک ترین رات میں طلوع ہونے والا بدرِ منیر

"اللہ تعالیٰ کے عظیم نشانوں میں سے ایک نشان وہ بدرِ منیر ہے جو اُمّ القریٰ یعنی مکہ سے تاریک ترین رات میں طلوع ہوا۔ اور اس نے تمام تاریکیوں کو دُور کر دیا۔ اور ہر دیکھنے والی آنکھ کے سامنے ایک روشن چراغ رکھ دیا۔ اُس کے عظیم نشانات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ موجود نہیں۔ آپؐ نے تمام جہانوں کو بیدار کیا اور سونے والوں کی آنکھوں سے نیند کو ہٹایا۔ آپؐ نے دین کی خاطر ہر دُکھ اور غم کو خوشی خوشی برداشت کیا۔ اور ہر اُس شخص کے لئے جو خدا تعالیٰ کا طالب ہو اپنے نفس کو کھو دینے کی سُنّت قائم کی۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو گئے۔ اور اُس کی خاطر ہر ممکن کوشش کی۔ لوگوں کو اس کی طرف بلایا۔ اور زمین کو کفر و ضلالت سے پُوری طرح پاک اور صاف کیا۔ پس آفرین ہے اُس نوجوانؐ پر۔ اَے اللہ! تُو اس بزرگ رسولؐ کو ہماری طرف سے ایسی جزاء عطا فرما جو تُو نے مخلوق میں سے کسی کو عطا نہ کی ہو۔ اور ہمیں آپؐ کے گروہ میں شامل کر کے موت عطا فرما۔ اور اُسی کی اُمّت میں سے ہمیں اٹھا۔ اور ہمیں آپؐ کے چشمہ سے پانی پلا۔ اور اُسےؐ ہمارا مشروب بنا دے۔ اَے اللہ! تُو ہماری اِس دُعا کو قبول فرما۔ اور ہمیں اس پناہ گاہ میں جگہ مرحمت فرما۔ اَے میرے ربّ! اَے میرے ربّ!! تو درود و سلام بھیج اور برکات نازل فرما اس رحیم رسولؐ پر اور ہر اُس شخص پر جو آپؐ سے محبت کرے۔ آپؐ کے حکم کی اطاعت کرے۔ اور آپؐ کی لائی ہوئی ہدایت کا تابع ہو۔"

(ترجمہ از عربی آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۶۴ تا ۳۶۶)

ہر فضیلت کی کُنجی اور ہر معرفت کا خزانہ

"مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے؟ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خُدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مُرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذُریتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی ہے۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی ہے۔ خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶ طبع اوّل)

انسانِ کاملؐ اور محسنِ اعظمؐ

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے رُوحانی اور پاک قُویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دِکھلایا۔ اور انسانِ کامل کہلایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ ۔ ۔ ۔ ۔ کامل نبیؐ تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے رُوحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہُوا اُس کے آنے سے زندہ ہو گیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر المرسلین فخر النبیّین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اَے پیارے خدا! اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دُنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبیؐ دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دُنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح بن مریم اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی۔ اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُسی نبیؐ کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دُنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔"

(اتمام الحجۃ صفحہ ۲۸ طبع اوّل)

ہمیشہ کے لئے زندہ اور برگزیدہ نبیؐ

"نوعِ انسان کے لئے رُوئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اُس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسولؐ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبیؐ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔"

(کشتی نوحؑ)

تمام رسولوں سے افضل رسولؐ

"مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولٰنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳)

اعلیٰ درجہ کے نُور کا حامل انسانِ کاملؐ

"وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو، وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اس انسانؐ کو دیا گیا۔"

(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

جامعِ جمیع اخلاقِ فاضلہ

"اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاقِ فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ تُو خُلقِ عظیم پر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جہاں تک اخلاقِ فاضلہ و شمائلِ حسنہ نفسِ انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاقِ کاملہ تامہ نفسِ محمدی) میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔"

(براہینِ احمدیہ صفحہ ۵۰۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

بے مثال صبر و تحمّل کا مظاہرہ

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی۔ بلکہ

ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دکھ اُٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ اور ایسا ہی آپؐ کے اصحابؓ بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے۔ اور جیسا کہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ دکھ اُٹھاؤ اور صبر کرو، ایسا ہی اُنہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے، پر اُنہوں نے دم نہ مارا۔ اُن کے بچے اُن کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے، وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے مگر وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیرخوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا کے تمام نبیوں کی اُمتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرتِ انتقام رکھنے کے خدا کا حکم سُن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ اُنہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوتِ بازو اور طاقتِ مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردمی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذاء اور زخم رسانی پر تیرہ ۱۳ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولاؐ اور آپ کے صحابہؓ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا۔ بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد اُنہوں نے دکھائے۔ اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہُوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خونریزی پر صبر کیا گیا تھا اُس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی۔ بلکہ خدا کا حکم سُن کر اُنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو تیار ہو گئے تھے۔ بے شک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں، تب بھی ہم کسی اُمت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاقِ فاضلہ نہیں پاتے۔ اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر کا قصہ بھی ہم سُنتے ہیں تو فی الفور دل میں گزرتا ہے کہ قرائن اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بزدلی اور عدمِ قدرتِ انتقام ہو۔ مگر یہ بات کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہنر اپنے اندر رکھتا ہو اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہو اور پھر وہ دکھ دیا جائے اور اس کے بچے قتل کئے جائیں اور اُس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے۔ مگر پھر بھی وہ بدی کا مقابلہ نہ کرے، یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ ۱۳ برس برابر ہمارے نبی کریمؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سے ظہور میں آئی ہے۔ اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاؤں کا سامنا تھا۔ جس کا سلسلہ تیرہ ۱۳ برس کی دراز مدت تک لمبا تھا، درحقیقت بے نظیر ہے۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہمیں بتلاوے کہ گزشتہ راستبازوں میں اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۹-۱۰)

منظوم اُردو کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

کافر و مُلحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ!
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینے میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

وُہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا ؎ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

بارگاہِ نبویؐ میں نذرانۂ درود و سلام

۱۔ "یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا ⁂ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ"
(آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۵۹۴)

۲۔ (اَللّٰھُمَّ) "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔"
(وحی الٰہی منقول از براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۰۲ - ۵۰۳)

۳۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکْثَرَ مِمَّا صَلَّیْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِیَاءِکَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔"
(ازالہ اوہام طبع پنجم ص ۱۰۵ حاشیہ)

۴۔ "وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْوَرٰی سَیِّدِنَا وَ سَیِّدِ کُلِّ مَا فِی الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ۔"
(نزول المسیح ص ۱۸۶ بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳)

۵۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔" (نزول المسیح ص ۲۰۸ بقیہ پیشگوئی نمبر ۷۷)

۶۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔" (رسالہ الوصیّۃ ص ۲)

۷۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔" (البشریٰ جلد اوّل ص ۱)

۸۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ۔" (زندہ نبی اور زندہ مذہب)

۹۔ "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۵۸)

۱۰۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔" (تریاق القلوب ص ۳۷)

۱۱۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَوْلَی النِّعَمِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَسِرَاجِ الْاُمَمِ وَ اَصْحَابِہِ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ وَ اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ الْمُطَھَّرِیْنَ۔" (منن الرحمان ص ۱)

۱۲۔ "وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَجَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔" (ازالہ اوہام ص ۳۸۹)

۱۳۔ "نَمَا اَعْظَمَ شَاْنَ کَمَالِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ۔"
(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳ ص ۵۲۱)

۱۴۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ بِقَدْرِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَ اَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ۔"
(برکات الدعا ص ۷)

۱۵۔ "وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی رَسُوْلِکَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ اٰمِیْنَ رَبَّنَا اٰمِیْنَ۔"

۱۶۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔" (برکات الدعا ص ۲۹)

۱۷۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔" (الحکم ۹ جولائی ۱۹۰۰ء)

۱۸۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔" (دُرِّ مکنون)

۱۹۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔" (دُرِّ مکنون)

۲۰۔ "اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء سے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔" (اتمام الحجۃ ص ۲۸)

۲۱۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔" (اتمام الحجۃ ص ۲۸)

۲۲۔ "یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی ذٰلِکَ النَّبِیِّ الرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ اَحَبَّہٗ وَ اَطَاعَ اَمْرَہٗ وَ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔"
(آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۳۶۶ - ۳۶۷)

۲۳۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ۔"
(بروایت حضرت خلیفہ اوّلؓ)

۲۴۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔

۲۵۔ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَمَقْبُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔" (اتمام الحجۃ ص ۲)

۲۶۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ رُسُلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱)

۲۷۔ "ہزارہا درود اس نبیؐ معصوم پر جس کے وسیلے سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے اور ہزارہا رحمتیں نبی کریمؐ کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے اپنے خونوں سے اس باغ کی آب پاشی کی۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۵)

۲۸۔ "یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵)

۲۹۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔" (حقیقۃ الوحی ص ۳۵)

۳۰۔ "ہزاروں درود و سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہی نشان دیتا ہے۔" (نسیم دعوت ص ۱)

۳۱۔ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ مُحَمَّدٍ اَحْمَدَ الَّذِیْ کَانَ اِسْمَاہُ ھٰذَانِ اَوَّلَ اَسْمَاءٍ۔" (نجم الھدیٰ ص ۱۰)

۳۲۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔"
(تریاق القلوب ص ۵-۶)

۳۳۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔"
(کشتی نوح)

۳۴۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَ حَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔" (براہین احمدیہ حصہ سوئم ص ۲۴۶)

۳۵۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ عَمَائِدِ الْمِلَّۃِ وَالدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔" (سر الخلافہ)

۳۶۔ "وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَھَبْ لَہٗ مَرَاتِبَ مَا وَھَبْتَ لِغَیْرِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ۔ رَبِّ اَعْطِہٖ مَا اَرَدْتَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ مِنَ النَّعْمَاءِ ثُمَّ اغْفِرْ لِیْ بِوَجْھِکَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرُّحَمَاءِ۔" (اعجاز احمدی ص ۲۰۰)

۳۷۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی قَوْمٍ مُّوْجِعٍ سِیَّمَا عَلٰی اِمَامِ الْاَصْفِیَاءِ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔"
(ازالہ اوہام ص ۳)

۳۸۔ کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ۔" (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۲۳۸ حاشیہ درحاشیہ نمبر ۱)

۳۹۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَرْبَابِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْعِ یَوْمَ الْحِسَابِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَالْاَصْحَابِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اجْتَنَبَ وَ اَصَابَ۔" (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص ۳۹)

۴۰۔ "یَا رَبِّ بَارِکْھَا بِوَجْہِ مُحَمَّدٍ ⁂ ذِی الْکِرَامِ وَنُخْبَۃِ الْاَعْیَانِ"
(نور الحق حصہ ثانی ص ۳۲)

۴۱۔ "صَلُّوْا عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ الْمُحْسِنِ الَّذِیْ ھُوَ مَظْھَرُ صِفَاتِ الرَّحْمٰنِ الْمَنَّانِ۔" (اعجاز احمدی ص ۲۰۳)

۴۲۔ "وَلَا نَبِیَّ لَنَا اِلَّا مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَارِکْ

وَاجْعَلْ اَعْدَاءَهٗ مِنَ الْمَلْعُوْنِیْنَ ۔" (انجام آتھم ص ۱۴۴)

۴۳۔ "وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الرُّسُلِ وَنُخْبَۃِ النُّخَبِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَاَفْضَلِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاهِرِیْنَ الْمُطَهَّرِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هُمْ اٰیَاتُ الْحَقِّ وَحُجَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ ۔" (انجام آتھم ص ۷۳)

۴۴۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی هٰذَا الرَّسُوْلِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ سَقَی الْاٰخِرِیْنَ کَمَا سَقَی الْاَوَّلِیْنَ وَصَبَغَهُمْ بِصِبْغِ نَفْسِهٖ وَاَدْخَلَهُمْ فِی الْمُطَهَّرِیْنَ ۔" (اعجاز احمدی ص ۲۰۳)

۴۵۔ "اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْهِ بِعَدَدِ کُلِّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنَ الْقَطَرَاتِ وَالذَّرَّاتِ وَالْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ وَبِعَدَدِ کُلِّ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَبِعَدَدِ کُلِّ مَا ظَهَرَ وَاخْتَفٰی وَبَلِّغْهُ مِنَّا سَلَامًا یَمْلَاُ اَرْجَاءَ السَّمَاءِ طُوْبٰی لِقَوْمٍ یَحْمِلُ نِیْرَ مُحَمَّدٍ عَلٰی رَقَبَتِهٖ وَطُوْبٰی لِقَلْبٍ اَفْضٰی اِلَیْهِ وَخَالَطَهٗ وَفِیْ حُبِّهٖ فَنٰی ۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱۰ – ۲۲۰)

۴۶۔ "اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔" (آئینہ کمالات اسلام)

۴۷۔ "وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَلصَّلٰوۃُ هُوَ الْمُرَبِّیْ ۔" (براہین احمدیہ)

۴۸۔ "اس عالی شان نبی اور اس کے آل و اصحاب پر ہماری طرف سے بے شمار درود و سلام ہو جس نے کروڑہا لوگوں کو تاریکی سے نکالا۔ اور پلید عقیدوں اور قابل شرم عملوں اور نفرتی رسموں سے رہائی بخشی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔"

(آریہ دھرم)

۴۹۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدَانَا لِحُبِّهٖ وَلِحُبِّ رَسُوْلِهٖ وَجَمِیْعِ عِبَادِہِ الْمُقَرَّبِیْنَ ۔" (سرمہ چشم آریہ ص ۲۱۲ حاشیہ)

۵۰۔ "وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی هٰذَا النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ تَنْعَکِسُ اَنْوَارُہٗ فِی الصَّالِحِیْنَ وَالصَّالِحَاتِ وَتُفْتَحُ بِاسْمِهٖ اَبْوَابُ الْبَرَکَاتِ وَتَتِمُّ بِنُوْرِہٖ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ وَالْکَافِرَاتِ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَالطَّاهِرَاتِ وَاَصْحَابِهِ الْمَحْبُوْبِیْنَ وَالْمَحْبُوْبَاتِ وَجَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔" (حجۃ اللہ)

۵۱۔ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی الَّذِیْ هُوَ سَیِّدُ قَوْمٍ انْکَسَرَتْ اِرَادَتُهُمُ الْبَشَرِیَّۃُ وَاُزِیْلَتْ حَرَکَاتُهُمُ الطَّبْعِیَّۃُ وَجَرَتْ فِیْ بَوَاطِنِهِمُ الْاَبْحُرُ الرُّوْحَانِیَّۃُ ۔" (کرامات الصادقین ص ۶۳)

۵۲۔ "وَالسَّلَامُ عَلٰی هٰذَا الْجَرِیِّ الْبَطَلِ الْمُظَفَّرِ فِی الْاُوْلٰی وَالْاُخْرٰی ۔"

(کرامات الصادقین)

۵۳۔ "اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلَیْهِ وَسَلِّمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهِ النَّاصِرِیْنَ الْمَنْصُوْرِیْنَ نُخَبَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اٰثَرُوا اللّٰہَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَاَعْرَاضِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ وَالْبَنِیْنَ ۔"

(البلاغ فریاد درد ص ۶۳)

۵۴۔ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الرُّسُلِ الَّذِی اقْتَضٰی خَتْمُ نُبُوَّتِهٖ اَنْ تُبْعَثَ مِثْلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ اُمَّتِهٖ وَاَنْ تَتَنَوَّرَ وَتُثْمِرَ اِلَی انْقِطَاعِ هٰذَا الْعَالَمِ اَشْجَارُہٗ وَلَا تُعْفٰی اٰثَارُہٗ وَلَا تَغِیْبُ تَذْکَارُہٗ ۔" (الهدٰی ص ۱)

۵۵۔ "وَصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّکُمُ الْمُصْطَفٰی وَهُوَ الْوُصْلَۃُ بَیْنَ اللّٰہِ وَخَلْقِهٖ وَقَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔"

(خطبہ الہامیہ ص ۶۵)

۵۶۔ "وَصَلُّوْا وَسَلِّمُوْا عَلٰی رَسُوْلٍ حُشِرَ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِهٖ وَجُذِبُوْا اِلَی الرَّبِّ الرَّحِیْمِ الْمَنَّانِ ۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵)

۵۷۔ "وَعَلَیْهِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِهٖ وَاَنْبِیَائِهٖ وَجَمِیْعِ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ ۔" (اعجاز مسیح ص ۵)

۵۸۔ "وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ ۔"

(الہام حضور علیہ السلام)

۵۹۔ "وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔"

(الہام حضور علیہ السلام)

۶۰۔ "وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ رُسُلِهٖ وَخَاتَمِ اَنْبِیَائِهٖ وَاِمَامِ اَوْلِیَائِهٖ وَسُلَالَۃِ اَنْوَارِہٖ وَلُبَابِ ضِیَائِهِ الرَّسُوْلِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْمُبَارَکِ ۔"

(دافع الوساوس آئینہ کمالات اسلام ص ۲)

۶۱۔ "اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی ذٰلِکَ الشَّفِیْعِ الْمُشَفَّعِ الْمُنْجِی النَّوْعَ الْاِنْسَانِ ۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۵)

۶۲۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُحْسِنِ الْمَنَّانِ جَالِی الْاَحْزَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ اِمَامِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ طَیِّبِ الْجَنَانِ اَلْقَائِدِ اِلَی الْجِنَانِ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ سَعَوْا اِلٰی عُیُوْنِ الْاِیْمَانِ کَالظَّمْاٰنِ وَنَوَّرُوْا فِیْ وَقْتِ تَرْوِیْقِ اللَّیَالِیْ بِنُوْرِ اِکْمَالِ الْعَمَلِ وَتَکْمِیْلِ الْعِرْفَانِ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِشَجَرَۃِ النُّبُوَّۃِ کَالْاَغْصَانِ وَلِشَامَّۃِ النَّبِیِّ کَالرَّیْحَانِ ۔"

(نور الحق دوسرا حصہ ص ۱)

۶۳۔ "اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّهٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّهٖ ۔"

(رسالہ اتمام الحجۃ)

۶۴۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔"

(رسالہ درود شریف مرتبہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب)

۶۵۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔"

(مکتوبات احمدیہ حصہ اول ص ۱۸)

۶۶۔ "اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔"

(مکتوبات احمدیہ حصہ اول ص ۱۸۰)

مرسلہ:- مکرم بشیر الدین الہ دین صاحب۔

سیکرٹری تبلیغ و تربیت جماعت احمدیہ سکندر آباد۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است!
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است!
(کلام حضرت مسیح پاک علیہ السلام)

معاشرہ کی حسین ترین جنت حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نازل ہوئی

آپ نے ہر آنے والی نسل کے لئے گھریلو زندگی کا بہترین نمونہ اپنے پیچھے چھوڑا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور مطہر عائلی زندگی کا رُوح پرور تذکرہ

(جلسہ سالانہ مستورات سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝
(الاحزاب آیت ۲۲)

اور پھر فرمایا:-

تمام دنیا سے جو مختلف رپورٹیں موصول ہوتی رہتی ہیں انفرادی خطوں کی صورت میں بھی اور جماعت کے امراء کی رپورٹوں کی شکل میں بھی ان سے یہ معلوم کرکے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی عورت ہر جگہ بڑی تیزی سے بیدار ہو رہی ہے۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ رہی ہے اور پہلے سے بہت بڑھ کر ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے متوجہ ہے۔

عصر حاضر کا ایک عظیم الشان واقعہ

میں نے گذشتہ سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پہ پردہ کی جو تحریک کی تھی اس کے نتیجہ میں بھی حیرت انگیز طور پر موافق ردّ عمل ظاہر ہوا اور یہ دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیسے احمدی عورت کو یہ عظیم الشان توفیق نصیب ہوئی۔ آج تک اس دور میں اور کہیں آپ کو ایسا واقعہ نظر نہیں آئے گا کہ دنیا کے ایک حصہ کی عورت جو ایک دفعہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر ان کی مفروضہ آزادیوں کا شکار ہو چکی ہو پھر واپس لوٹ آئی ہو۔ سارے عالم میں اس دور کا یہ ایک ہی واقعہ ہے کہ احمدی خاتون جو مغربیت سے متاثر ہو کر مغرب کی اندھی تقلید کی طرف بڑھ رہی تھی ایک ہی اٹھنے والی آواز پہ بڑی تیزی سے واپس اپنے مقام کی طرف دوڑی اور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے جھنڈے تلے اکٹھی ہو گئی۔ یہ اتنی بڑی نیکی ہے اور اتنا بڑا اچھا قدم اٹھایا گیا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل جیسے اب نازل ہو رہے ہیں آئندہ اس سے بھی بڑھ کر نازل ہوتے رہیں گے اور جماعت احمدیہ کی خواتین کو پہلے سے بڑھ کر خدمت دین کی توفیق نصیب ہوتی رہے گی۔

اس سلسلہ میں پاکستان سے جو اطلاعات ملتی رہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچیاں جو پہلے برقعہ کے خیال سے شرماتی تھیں، انہوں نے بڑی جرأت سے اور ہمت کے ساتھ برقعہ اوڑھا۔ چنانچہ بعض بچیوں نے مجھے لکھا کہ پہلے ہمارا یہ حال تھا کہ کبھی مجبوراً برقعہ اوڑھنا پڑتا تو ہم شرم کے مارے سر جھکا کر چلا کرتی تھیں اب ہم برقعہ پہن کر سر اٹھا کر چلتی ہیں اور غیروں کے طعنوں کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں بلکہ ایسے میں ہم ان کو جواب دیتی ہیں کہ تمہاری نظر میں ہم پسماندہ ہیں لیکن رب کریم کی نظر میں نہ صرف یہ کہ ترقی یافتہ ہیں بلکہ تم سے بہت آگے ہیں۔ یہ واقعہ ایک جگہ نہیں ہوا۔ دو جگہ نہیں ہوا۔ مشرق میں نہیں ہوا۔ مغرب میں نہیں ہوا بلکہ سارے عالم میں اس قسم کے واقعات رونما ہوتے گئے یہاں تک کہ امریکہ کا وہ شہر جو دنیا کو ننگ سکھانے میں سب سے آگے ہے یعنی لاس اینجلز جو تمام بے حیائیوں کی آماجگاہ ہے اور وہاں سے ساری بے حیائیاں پھوٹتی ہیں اور ساری دنیا ان کے پیچھے چلتی ہے مسلم اکثریتی وہاں ہے وہاں تیس احمدی خواتین نے راتوں رات برقعے سیئے اور صبح وہ برقعے پہن کر باہر نکلیں۔ غرض غیر ممالک سے جو خطوط آ رہے ہیں وہ بہت ہی حوصلہ افزا ہیں بعض جگہوں سے احمدی خواتین نے لکھا کہ ہم نے جب برقعہ اوڑھنا شروع کیا تو کچھ دیر کے بعد غیر مسلم خواتین نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہاں وہ تسلیم کرتی ہیں کہ تمہارا معاشرہ ان سے بہتر ہے اور تمہارا کردار بھی ان سے بہتر ہے۔

امریکہ کی نومسلمہ طالبہ علم کا مثالی نمونہ

پچھلے سال جب میں نے پردہ کی تحریک کی تو ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ دوسرے معاشرہ میں بسنے والی خواتین اگر صرف چادر اوڑھ لیں اور اسے خوب سنبھال کر رکھیں تو یہی ان کے لئے کافی ہوگا۔ یعنی ان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ پاکستان میں رائج برقعہ ہی پہنیں بلکہ غیر قوموں میں سے آنے والی خواتین کے لئے پردہ کی ابتدائی شکل ہی کافی ہے لیکن امریکہ کی ایک نومسلمہ خاتون جو کالج میں پڑھتی ہے اس نے مجھے لکھا کہ مجھے یہ سب باتیں معلوم تھیں لیکن جب احمدی خواتین کو جو پاکستان سے آئی ہوئی تھیں برقعہ پہنتے دیکھا تو میں نے کہا میں ان سے کیوں پیچھے رہ جاؤں چنانچہ میں ایک دن کالج میں برقعہ پہن کر گئی تو مجھ پر بہت انگلیاں اٹھیں یہاں تک کہ ہماری لیکچرر نے مجھے تمسخر کا نشانہ بنایا اور کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہارا سر تو نہیں پھر گیا ہے میں نے جب واقعہ سنایا اور اس کی تفصیل بیان کی تو وہ سارے نہ صرف مطمئن ہوئے بلکہ وہ لکھتی ہیں کہ اب میں کالج میں سب سے زیادہ معزز لڑکی شمار ہوتی ہوں۔ اور وہی پروفیسر جس نے پہلے اعتراض کئے تھے اس نے بارہا اس کردار کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ لوگ جو نمونہ دکھا رہے ہیں یہ زندہ رہنے والا کردار ہے۔

ان باتوں پہ نظر کرکے جہاں دل حمد سے بھرتا ہے اور روح اللہ تعالیٰ کے آستانہ کے آگے سجدے کرتی ہے وہاں یہ احساس بھی بڑی شدت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے کہ عورت پر ذمہ داریاں ہی نہیں ہیں عورت کے کچھ حقوق بھی ہیں اگر عورت کو ذمہ داریاں یاد کروائی جائیں تو اس کے حقوق بھی تو ہمیں یاد رکھنے پڑیں گے مردوں کو یہ بھی تو سمجھانا پڑے گا کہ تم پہ عورت کی کیا ذمہ داریاں ہیں اس کے بغیر معاشرہ میں کبھی بھی توازن پیدا نہیں ہو سکتا۔ نیکیاں مستقل صورت اختیار نہیں کر سکتیں جب تک معاشرہ میں توازن نہ ہو اس لئے میں نے آج کی تقریر کے موضوع کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عائلی زندگی میں اسوۂ حسنہ کا بیان اختیار کیا ہے۔ اس میں عورتوں کے لئے بھی نصیحت ہے اور مردوں کے لئے بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال عائلی زندگی

معاشرہ کی سب سے حسین جنت جو نازل ہوئی وہ حضرت اقدس محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نازل ہوئی آپ نے ہر آنے والی نسل کے لئے بہترین اسوہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ خواتین، مبارکہ سے آپ کا کیا سلوک تھا۔ آپ گھر میں کیسے رہتے تھے۔ کس طرح ان کے حقوق کا خیال رکھتے تھے کس طرح حقوق سے بڑھ کر ان پر التفات فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ زندہ رہنے

والے نمونے ہیں جو دنیا کی نظر سے اوجھل ہو چکے ہیں اور یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ بہت سے احمدی گھروں سے بھی اوجھل ہو چکے ہیں۔ اس لئے جہاں عورت کو اس کی ذمہ داریاں یاد کروانے ہیں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے حقوق کو ادا کرنا بھی سیکھیں کیونکہ جب تک عورت کے حقوق ادا نہیں کئے جائیں گے مسلمان عورت مسلمان سوسائٹی میں فعال اور اہم کردار ادا نہیں کر سکے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عائلی زندگی سے متعلق پہلے تو میں کچھ عمومی باتیں بیان کرتا ہوں کہ آنحضور کا روزمرہ کا دستور کیا تھا آپؐ ایک ایسے خاوند نہیں تھے جو گھر میں محض حکم ہی چلائیں اور یہ سمجھیں کہ بیویاں صرف خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں باوجود اس کے کہ آپؐ عورتوں کو مردوں کے حقوق پورا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ لیکن اپنا سلوک ازواج مطہرات سے ایسا عمدہ تھا کہ اس کو دیکھ کر روح وجد میں آجاتی ہے اسی قدر بے تکلفی کے ساتھ اور اسی قدر انکساری کے ساتھ آپؐ گھر کے کاموں میں حصہ لیتے تھے کہ آج بھی ایسی مثالیں نظر نہیں آتیں حالانکہ ADVANCED SOCITIES یعنی ترقی یافتہ معاشرہ میں مرد عورت کا کچھ نہ کچھ ہاتھ بٹانے لگے ہیں۔ حضرت عروہ کی اپنے والد سے یہ روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور گھر پر کیا کرتے رہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا اپنے کپڑے بھی سی لیتے ہیں جوتا بھی مرمت کر لیتے ہیں ہر وہ کام کرتے ہیں جو لوگ گھر پر کیا کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کنوئیں کا ڈول بھی آپؐ خود مرمت کرتے اور سیتے ہیں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپؐ دوسرے آدمیوں کی طرح ایک بشر تھے اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہتے تھے اور اپنے سارے کام خود کیا کرتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۶۱)

پھر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ کوئی بھی خوش خلق نہیں تھا۔ آپؐ گھر کے کام کاج میں ہمارا ہاتھ بٹاتے تھے اور باہر سے جب کسی بلانے والے کی آواز آتی تھی تو آپ لبیک کہہ کر دروازے کی طرف جایا کرتے تھے (الشفاء بقاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی الجزء الاوّل صفحہ ۷۸)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ دستور تھا کہ رات کو جب خدا کی عبادت کے لئے اُٹھتے تھے تو اپنے اہل و عیال کو بھی جگایا کرتے تھے خصوصاً رمضان میں حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ کمر ہمت کس لیتے تھے اور رات کا بیشتر حصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبادت میں صرف فرماتے اور اپنی بیویوں اور بچوں اور عزیزوں کو بھی بار بار جگاتے اور بڑے صبر کے ساتھ نصیحت پر قائم رہتے

(بخاری کتاب الصوم)

رحمۃ للعالمین کی گھریلو زندگی

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جوتی کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ آرہا تھا اور اس پسینے کے اندر ایک نور چمک رہا تھا جو ابھرتا جاتا تھا اور بڑھتا جاتا تھا۔ یہ ایک ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ حضور کی نظر مبارک جب مجھ پر پڑی تو فرمایا عائشہؓ تو حیران سی کیوں ہے! میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر ایک چمکتا ہوا نور ہے۔ اس پاک نظارے نے مجھے سراپا چشم حیرت کر دیا۔ بخدا اگر ابو کبیر ہذلی حضور کو دیکھ پاتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے شعر کے صحیح مصداق تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں اس پر حضور نے فرمایا عائشہ وہ شعر کیا ہیں؟ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیئے

وَمُبَرَّءٌ مِّنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَّدَآءٍ مُّغْیَلِ
وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجْہِہٖ
بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَھَلِّلِ

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک تھا اور اس کے درخشندہ چہرہ کی شکنوں پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور کھل کر چمکنے والی روشن تر بجلی سے بھی بڑھ کر روشن ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کے منہ سے یہ شعر سُنے تو آپ فرماتی ہیں کہ جو کچھ آپؐ کے ہاتھ میں تھا وہ رکھ دیا۔ میری پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔

مَا سُرِرْتِ مِنِّیْ کَسُرُوْرِیْ مِنْکِ

تو مجھ سے اتنا خوش نہیں ہوئی جتنا میں تجھ سے خوش ہوا ہوں۔

(رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۹۵ از قاضی سلیمان منصور پوری۔ مدارج السالکین جلد اوّل صفحہ ۲۷۷ از امام ابن قیم)

ازواج مطہرات کا سالانہ خرچ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مختلف ادوار آئے۔ ایسے وقت بھی تھے کہ مہینہ مہینہ تک گھر میں چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی تنگی ترشی کی جو حالت صحابہؓ پر گذرتی تھی وہی آپؐ پر گزرتی تھی۔ اگر باہر فاقے پڑ رہے ہوتے تھے۔ تو آپؐ کے گھر میں بھی فاقے پڑ رہے ہوتے تھے جب باہر سہولت پیدا ہو جاتی تھی۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی نسبت سے گھر میں بھی سہولت دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق جب خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو آپ کا دستور یہ تھا کہ ۷۵-۳ من کھجور اور ۷۵ من جو یہ سالانہ وظیفہ اپنے ہر گھر میں دیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی حکم ارض خیبر)

اس زمانہ میں چونکہ یہ جو اور کھجور وغیرہ بدلوا کر باقی چیزیں بھی لی جاتی تھیں۔ اس لئے ایک گھر کے کھانے سے تو یہ بہت زیادہ ہے مگر چونکہ اسی سے زندگی کی ساری ضرورتیں پوری کرنی ہوتی تھیں اس لئے درمیانہ سا گزارہ ہے۔ لیکن اس شفقت اور اس گزارہ کے باوجود ایک وقت ایسا آیا کہ بعض خواتین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مطالبے شروع کئے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری ضرورتیں پوری نہیں ہو رہی ہیں۔ ہمیں کچھ زیادہ دیجئے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل کو جو صدمہ پہنچا اس پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(الاحزاب آیت ۲۹-۳۰)

کہ اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے کر رخصت کر دیتا ہوں اور احسن اور نیک طریق سے تمہیں رخصت کر دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور اُخروی زندگی کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تجویز فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں ایک دن صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رو رہی تھیں اور ہر بیوی کے پاس اسکے گھر والے اکٹھے ہو گئے تھے۔ عجیب دردناک منظر تھا۔ میں مسجد میں گیا تو وہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ آئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور چوبارے پر تھے۔ حضرت عمرؓ کو کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے سلام کیا۔ پھر جواب نہ دیا پھر تیسری بار سلام کیا تو اجازت ملی حضرت عمرؓ اندر چلے گئے اور حضورؐ سے پوچھا کہ کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دی ہے آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے ایلاء کیا ہے۔ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد میں ایک ماہ تک اپنی بیویوں سے علیحدہ رہوں گا اور ان کو یہ موقع دوں گا کہ وہ خوب غور کر لیں کہ ان دونوں چیزوں میں سے انہوں نے کس کو اختیار کرنا ہے۔

اللہ اور اس کا رسول کافی ہیں

ایسی شدید محبت اور شفقت کے باوجود اصول کے معاملات میں آپ کا رویہ غیر متزلزل تھا جذبات نے آپؐ کی عقل پر کبھی حکومت نہیں کی آپؐ نے کبھی دل پر حکومت نہیں کی بلکہ ہمیشہ آپ کی عقل اور آپ کا کردار جذبات پر حاکم رہے

چنانچہ جب یہ اختیار دیا گیا تو سب سے پہلے آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات کی۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو! تم اپنے ماں باپ سے پوچھ لو اور مشورہ کر لو اور پھر مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے جواب میں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے اپنے ماں باپ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے دل کا فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ اور وہ یہی فیصلہ ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کروں گی۔ چنانچہ اس کے بعد جتنی ازواج مطہرات تھیں سب نے یہی جواب دیا اور ایک مہینے کے بعد ایک نئی شان کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر بسنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے ساتھ نہایت شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے تھے اس کے باریک جذبات کا خیال رکھتے تھے اور اس کی جسمانی کمزوری اور نزاکت کا بھی احساس رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب آپؐ اونٹنیوں پر سوار سفر کر رہے تھے تو ایک ایسی اونٹنی جس پر آپ کی ازواج سوار تھیں اُن کے ہانکنے والے نے جس کا نام انجشہ تھا بہت تیزی کے ساتھ اونٹنیوں کو ہنکایا۔ تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ آہستہ اے انجشہ قوارِیر قوارِیر ان اونٹنیوں پر شیشے سوار ہیں آہستہ چلو آہستہ یہ جو آج کل کے زمانہ کا محاورہ ہے Women are weaker sex کہ عورت شیشہ ہے احتیاط سے چلنا یہ سب سے پہلے چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کو کبھی نہ بھلا سکے

آپ کی ازواج میں سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں آپ کو ایک ایسا خاص مقام حاصل تھا آپ میں کبھی کوئی دوسری شریک نہ ہو سکیں۔ آپ سب سے پہلی عورت تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعویٰ نبوت کی تصدیق کی آپ وہ تھیں جن کے گھر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی وحی کے بعد جب بے قراری کا اظہار فرمایا تو آپ نے حضور کو تسلّی دی۔ آپ نے یہ حکمت کی بات کہی کہ آپ کو اپنے متعلق کیا خوف ہے۔ آپؐ تو وہ ہیں جو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپؐ تو وہ ہیں جو کھوئے ہوئے اخلاق کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔ آپؐ تو وہ ہیں جو غریبوں اور مصیبت زدگان کے بوجھ اٹھانے والے ہیں کیا ایسے شخص کو بھی خدا ضائع کر دے گا اس لئے آپؐ کے بارہ میں کوئی خوف کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر یہ حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جو شروع میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی ساتھی تھیں اور چھپ چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ اکٹھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور کی بیویوں میں سے کسی پر کبھی اتنا رشک نہ کرتی تھی جتنا کہ خدیجہؓ پر حالانکہ میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت ذکر کیا کرتے تھے۔ کبھی بکری ذبح کرتے تو اچھے اچھے ٹکڑے الگ الگ کرتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر خدیجہ کی سہیلیوں کو بھجوایا کرتے تھے وہ کہتی ہیں کہ جیسے دنیا میں خدیجہؓ کے سوا کوئی اور عورت ہی نہ ہو۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ شکایت کرتی تھیں کہ آپؐ تو حضرت خدیجہ کا اس طرح خیال رکھ رہے ہیں۔ جیسے خدیجہؓ کے سوا دنیا میں اور کوئی عورت ہی نہ تھی تو آپ جواب میں فرماتے وہ ایسی ہی تھیں وہ ایسی ہی تھیں اور پھر اس سے خدا نے مجھے اولاد بھی تو عطا فرمائی۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب تزویج النبی خدیجہ وفضلہا رضی اللہ عنہا)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے کہا کہ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا بار بار کیوں ذکر کرتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں دے دی ہیں تو اس پر حضور نے جواب دیا۔

"ہرگز نہیں اس سے بہتر کیسے ممکن ہے جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں جب دنیا میں میرا کوئی مددگار نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی اور پھر ان کے بطن سے میری اولاد بھی ہوئی۔"

(الاستیعاب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق وفا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے جو تعلق تھا اس کی تفصیل تو احادیث میں موجود نہیں ہے۔ گھر میں کس طرح رہتے تھے اور کس طرح حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ کا کوئی اور راوی ایسا نہیں جو اس وقت مسلمان ہو چکا ہو اور اس نے قریب سے آپؐ کی گھریلو زندگی پر نظر ڈالی ہو ہاں حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد جو حضور کی قلبی کیفیت تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی میں کیا سلوک فرماتے ہوں گے۔

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آواز آئی اور وہ آواز حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد کی آواز تھی جو حضرت خدیجہ سے بہت ملتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے قرار ہو گئے اور گھبرا کر فرمایا خدایا ہالہ ہیں عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے رشک آیا اور میں نے کہا آپ قریش کی بڑھیوں میں سے ایک بوڑھی کو یاد کرتے رہتے ہیں جو کبھی کی اس دنیا سے گزر چکی ہے اور فانی ہو چکی ہے۔ اللہ نے آپ کو اس کے بدلے میں اس سے بہتر بیویاں دے دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں ایسا نہیں اس سے بہتر مجھے کوئی بیوی عطا نہیں کی گئی۔

(صحیح مسلم باب فضائل خدیجہ ام المومنین)

اس میں وفا کا پہلو بڑا نمایاں ہے بعض مرد شادیاں کرتے ہیں۔ بیوی فوت ہو جائے یا بعض دفعہ زندگی میں بھی اس سے بے وفائی کر جاتے ہیں اور ان کی وفا کا تعلق عورت کی ظاہری حالت سے ہوتا ہے جب تک ایک عورت میں جذب نہ کشش ہے۔ وفا کے نام پر مردان کا خیال رکھتے ہیں۔ جب وہ کشش اور جذب دور ہو جائے تو سمجھتے ہیں اب وفا بھی ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ حالانکہ وفا کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ وفا کسی نے سیکھنی ہو تو ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھے۔ پس حضرت خدیجہؓ کے ذکر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق وفا بڑا نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا خصوصی مقام

حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے زیادہ پیار اور محبت کا سلوک حضرت عائشہؓ کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ذات السلاسل کے غزوہ پر جانے کا ارشاد فرمایا مجھے وہاں بطور امیر لشکر بھجوایا تھا وہ کہتے ہیں میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کی مردوں میں سے کون ہے؟ فرمایا اس کا باپ۔

(جامع الترمذی ابواب المناقب باب فی فضل عائشہ)

معلوم ہوتا ہے عمرو بن العاص چونکہ ایک ایسے محاذ جنگ پر جا رہے تھے جہاں امکان تھا کہ زندہ بچ کر نہیں آئیں گے اور شہید ہو جائیں گے تو پتہ نہیں کون سی تمنا لئے حاضر ہوئے تھے کہ کس کا نام حضور لیں گے۔ شاید ان کے دل کے کسی کونے میں ان کا یہ بھی خیال ہو کہ میرا بھی نام آ جائے۔ پہلے عورتوں کا نام لیا گیا تو پھر عرض کی یا رسول اللہ! مردوں میں سے پوچھ رہا ہوں تو فرمایا مردوں میں سے عائشہ کا باپ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے جو پیار تھا وہ ایسا بے تکلف انسانی پیار ہے کہ آج کل کا کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ اتنا عظیم الشان انسان اتنی بے تکلفی سے اپنے گھر میں روزمرہ سلوک کر سکتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک اور خیبر سے واپس ہوئے تو گھر کے دروازہ پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔ ہوا کے چلنے سے پردہ سرکا تو حضورؐ کی نظر حضرت عائشہؓ کی گڑیوں پر جا پڑی اس وقت وہ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ اُن گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا بھی تھا جس کے پر لگے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے دیکھا تو بڑی شفقت سے فرمایا یہ گڑیاں

لے مسلم جز ثانی باب فی رحمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للنساء وامر السواق مطایا من بالرفق بہن صلاۃ مصری

درمیان تم نے کیا رکھا ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی یہ گھوڑا ہے۔ فرمایا اس کے اوپر کیا لگا ہوا ہے۔ کہنے لگیں دو پَر ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا کبھی گھوڑوں کے بھی پَر ہوتے ہیں۔ کہنے لگیں کیا آپؐ نے حضرت سلیمانؑ کے پَردار گھوڑوں کے بارے میں کچھ نہیں سن رکھا؟ اب دیکھیں کس طرح بے تکلفی سے پیار اور محبت کی باتیں گھروں میں ہوا کرتی تھیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ ساری کائنات کا سردار ہے جو اس طرح پیار اور بے تکلفی سے باتیں کر رہا ہے

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی اللعب بالبنات)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حبشی مسجد نبویؐ کے صحن میں برچھیوں سے کھیل رہے تھے تو حضورؐ نے میرے سامنے کھڑے ہو کر ستر کیا اور میں اس وقت تک کھیل دیکھتی رہی یہاں تک کہ خود تھک کر پیچھے ہٹ گئی۔

(بخاری کتاب النکاح باب حسن المعاشرۃ مع الاہل)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیاں کھیل رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو ساری سہیلیاں بھاگ گئیں (یہ اکثر ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر چھوٹی بچیاں شرما کر بھاگ جایا کرتی ہیں) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور لڑکیوں کو بلایا اور کہا اندر جاؤ اور عائشہ کے ساتھ گڑیاں کھیلو۔

(صحیح مسلم)

حضرت عائشہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ دوڑ کا بھی مقابلہ کیا۔ اب یہ ایسی باتیں ہیں جو فرضی پیروں کے تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔ خاتم الانبیاء سرور دو عالمؐ گھر میں ایسی بے تکلفی کی زندگی گزارا کرتے تھے کہ بیوی کہتی ہے میرے ساتھ دوڑ کے دکھائیں تو آپ دوڑ پڑتے ہیں اور دوڑ میں حضرت عائشہ آگے نکل گئیں۔ یہ شروع کا زمانہ تھا جب حضرت عائشہ کا بدن بہت ہلکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت ان کو دوڑ کا پھر چیلنج کیا جب ان کا جسم کچھ بھاری ہو گیا تو اور پھر آپ آگے نکل گئے اور فرمایا عائشہ یہ اس کا بدلہ ہے جو تُو نے مجھے شکست دی تھی۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السبق علی الرجل)

حضرت عائشہ کو ترجیح دینے کی وجہ

حضرت عائشہؓ کی باری پر لوگ زیادہ تحفے بھیجتے تھے کیونکہ مشہور ہو گیا تھا کہ یہ بیوی زیادہ پیاری ہے اور لوگ سمجھتے تھے کہ اس وقت تحفہ جائے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ پسند فرمائیں گے۔ چنانچہ کچھ بیویوں نے مل کر اس مسئلہ پر غور کیا کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی شکایت کریں اور حضور سے عرض کریں کہ وہ اعلان کر دیں کہ آئندہ سے سب باریوں میں برابر چیز بھیجا کرو۔ ایک دفعہ انہوں نے بات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر بات کی پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پھر تیسری دفعہ جب حضرت ام سلمہؓ نے کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے عائشہ کے بارہ میں تکلیف نہ دیا کرو۔ خدا کی قسم تم میں سے کسی کے بستر پر مجھے وحی نازل نہیں ہوئی مگر عائشہ کے بستر پر مجھ سے خدا کلام کرتا ہے۔ اس لئے تم کس طرح اس کی برابری کر سکتی ہو۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب فضل عائشہ)

گویا حضور کی ترجیحات بھی اللہ کی محبت کے نتیجہ میں تھیں۔ اور اللہ بھی آپ کے پیار پر نظر رکھتا تھا اور اس بستر کو وحی کا مورد بنا دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کا بستر تھا۔

حضرت عائشہؓ اسی قسم کی ایک وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں یعنی ایک ایسا واقعہ بیان کرتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وحی کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے یہ ان وحیوں میں سے ایک تھی جو اس رات نازل ہوئی حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی بات بتائیں جو آپ کو بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ رو پڑیں اور ایک لمبے عرصہ تک روتی رہیں اور جواب نہ دے سکیں۔ پھر یہ فرمایا کہ آپؐ کی تو ہر بات عجیب تھی میں کس بات کا ذکر کروں اور کس کا نہ کروں کہنے لگیں ایک رات میرے ہاں باری تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور بستر میں داخل ہوئے یہاں تک کہ آپ کی جلد میری جلد کو چھونے لگی۔ پھر فرمایا۔ اے عائشہ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں اپنے رب کی عبادت میں یہ رات گزاروں۔ کتنا حیرت انگیز وجود ہے اور کیسا حیرت انگیز کلام ہے۔ یہ رات کو اپنی بیوی کے بستر میں داخل ہوتے ہیں اور اس سے اجازت مانگتے ہیں کہ تمہارا حق ہے یہ باری تمہاری ہے لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج ساری رات اپنے رب کی عبادت کروں تو کیا تم مجھے اس کی اجازت دوگی۔ اس پر حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یقیناً مجھے تو آپؐ کا قرب پسند ہے اور مجھے آپ کی خوشنودی مقصود ہے میں آپ کو خوشی سے اجازت دیتی ہوں۔ اس پر حضورؐ اٹھے اور گھر میں لٹکے ہوئے ایک مشکیزہ کی طرف گئے اور وضو کیا اور پھر آپ نماز پڑھنے لگے اور قرآن کریم کا بعض حصہ تلاوت فرمایا اور پھر رونے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے آنسو دونوں گالوں پر بہہ آئے۔ پھر آپؐ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد اور تعریف کی اور پھر رونا شروع کر دیا۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پھر رونے لگے یہاں تک کہ میں نے دیکھا آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ رات گزر گئی اور صبح نماز کے وقت حضرت بلالؓ آپؐ کو نماز کے لئے بلانے آئے۔ اس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت بلالؓ نے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ رو رہے ہیں۔ کیا آپ کے متعلق اللہ نے یہ خوشخبری نہیں دی

وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟

کہ یا رسول اللہ! اللہ تو آپ کو معاف فرما چکا ہے مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ آپ کی پچھلی غلطیوں کو بھی اور آئندہ آنے والی امکانی غلطیوں کو بھی خدا نے معاف فرما دیا ہے آپ کیوں روتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اے بلال! کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ پھر فرمایا۔ میں کیوں نہ روؤں جب کہ مجھ پر آج رات یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ .. الخ[1]

یہ وہ آیات تھیں جو اسی رات نازل ہوئیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بستر میں داخل ہو چکے ہیں تو اس وقت جبرائیل نازل ہوئے اور قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں اور یہ آیات آپ کے دل و دماغ پر ایسا غلبہ پا گئیں کہ ساری رات اللہ کی حمد میں روتے ہوئے گزار دی۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا میں مجھے تین چیزیں عزیز ہیں۔ عورت خوشبو مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔[2]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے حسن کی وجہ سے اس کی لطافت کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرد کی تسکین کے لئے پیدا کیا ہے عورت سے بھی آپ کو پیار تھا۔ خوشبو سے بھی آپ کو بہت پیار تھا کیونکہ آپ بے حد لطیف مذاق رکھتے تھے لیکن سب سے بڑھ کر آپ کی لذت نماز میں تھی۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گھر سے غیر حاضری

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اپنے بستر پر نہ پایا یعنی باری آپ کی تھی لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر سے غائب تھے۔ میں نے سمجھا کہ آپ کسی زوجہ محترمہ کے پاس چلے گئے ہوں گے۔ میں نے پورے تجسس سے آپ کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ باہر نکل کر میں نے دیکھا تو ایک جگہ آپ سجدہ کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے کہ

سبحانك وبحمدك لا اله الا انت

کہ اے اللہ تو پاک ہے اور اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے میں نے عرض کی میرے والدین آپؐ پر قربان ہوں آپ تو کسی اور حالت میں ہی نکلے۔ میں تو کچھ اور ہی سمجھتی تھی۔

(نسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ)

یہ تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے غائب ہونے کے واقعات آج بھی مرد غائب ہوتے ہیں۔ کتنے ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] تفسیر کشاف از علامہ زمخشری زیر آیت اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [2] نسائی کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء

کے اسوہ کی پیروی میں اس بناء پر فخر ہوتے ہیں۔ بہت سے ہیں جو گھروں کے سکون برباد کر کے دنیا میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ راتیں اپنی بھی تباہ کرتے ہیں اپنی بیویوں کی راتیں بھی تباہ کرتے ہیں گھر اجاڑ دیتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا پھر بھی دم بھرتے ہیں اس مقدس رسول کی غلامی کا اگر دعویٰ ہے تو وہ کر کے دکھاؤ جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے۔

حضرت ہشامؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت سے بیمار پڑے تو آپ باریاں بدلتے رہے اور ہر گھر میں جاکر پوچھتے تھے کہ آج کس کی باری ہے۔ پھر جب آپؐ کو یہ بتایا گیا کہ آج عائشہؓ کی باری ہے تو وہیں رک گئے اور وہ آخری دفعہ تھی کہ آپؐ نے باری بدلی پھر بیماری نے اجازت نہ دی کہ آپؐ کسی اور گھر جائیں۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب فضل عائشہؓ)

ایک دکھ کا اظہار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ محسوس ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی تھی کہ یہ آخری بیماری ہے تو ایک مرتبہ جب حضرت عائشہؓ کے سر میں درد تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں تم کو غسل دیتا اور میں خود تمہاری تجہیز وتکفین کرتا۔ عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ تو میری موت کی خوشی مناتے ہیں کہ جب میں مر جاؤں گی تو نئی بیوی لے آئیں گے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض نہیں ہوئے بلکہ بیماری کی حالت میں بھی ہنس پڑے۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب قول المریض انی وجع)

یہ جو واقعہ ہے بظاہر ایک چھوٹا سا واقعہ ہے اور تعجب انگیز بھی ہے۔ عام مرد اگر دل میں تمنا بھی رکھتے ہوں کہ بیوی مر جائے تو یہ بات نہیں کہہ سکتے۔ یہ حرف ایک صادق اور امین کا قول ہے آپ جانتے تھے کہ عائشہ کو اس سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی کہ میرے ہاتھوں سے رخصت ہو اس کامل یقین کے نتیجہ میں یہ قول دل سے نکلا ہے اور آپ جانتے تھے کہ وہ عورت واقعی خوش نصیب ہے جس کی میں تجہیز وتکفین کروں جس کو میں نہلاؤں اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے یہ ایک احسان تھا جو آپ ان پر نہ کر سکتے تھے۔ یہ دکھ کا احساس تھا جس کا آپؐ نے اظہار فرمایا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ اگر تُو نے خدا کی خاطر اس کی رضا کے لئے اپنے نفس کو کھانا کھلایا تو وہ بھی ایک گونہ عبادت اور نیکی ہے۔

تو نے اگر اپنے بیٹے کو کھانا کھلایا خدا کی خاطر تو وہ بھی نیکی ہے اور اگر تو نے اپنی بیوی کو کچھ کھلایا اور اس کے منہ میں لقمہ ڈالا اللہ کی رضا کی خاطر تو وہ بھی نیکی ہے۔

بیویوں کے نازک جذبات کا خیال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا دستور بھی یہی تھا کہ گھر میں اپنی بیویوں کے نازک جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے اور نہایت لطیف رنگ میں ان کی دلجوئی فرماتے۔ ان پر شفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض دفعہ مجھے چوسنے والی ہڈی دیتے اور میں اس کو چوستی تو پھر مجھ سے لے کر اسے اسی جگہ سے چوستے جہاں میرا منہ لگا ہوا تھا۔ آپ مجھے برتن دیتے تو میں اس سے پیتی۔ پھر حضور اسی جگہ سے برتن کو منہ لگا کر پیتے جہاں میرا منہ لگا ہوا تھا۔

(مسند احمد بن حنبل الجزء السادس ص ۲۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے کچھ دیر پہلے حضرت عبدالرحمٰنؓ جو حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے تھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ مسواک کی طرف آپؐ نے نظر بھر کر دیکھا تو حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ آپؐ کو مسواک کی خواہش ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن سے انہوں نے مسواک لی۔ اپنے دانتوں سے اسے نرم کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسی طرح استعمال فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فخر سے یہ

کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخری وقت میں میرا لعاب دہن تھا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن میں مل گیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

بیویوں کے درمیان انصاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گہری محبت کے باوجود بیویوں کے درمیان حیرت انگیز طور پر انصاف فرمایا کرتے تھے اور جہاں تک آپ کا بس چلتا تھا آپؐ نے کبھی بھی کسی بیوی سے فرق نہیں کیا کسی بیوی کو کسی دوسری بیوی کی حق تلفی کی بھی اجازت نہیں دی۔ ایک روایت کے مطابق آپؐ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! یہ میری تقسیم اس دائرہ میں ہے جس میں مجھے اختیار ہے یعنی جہاں تک میرا بس چلتا ہے۔ میں اپنی تمام ازواج میں انصاف کا سلوک کرتا ہوں جو کچھ میری طاقت میں ہے وہ میں سب کے لئے برابر کرتا ہوں۔ مجھے اس کے متعلق ملامت نہ کرنا جس میں میرا کوئی بس اور اختیار نہیں یعنی دل کا جو معاملہ ہے وہ میرے قبضہ اور قدرت میں نہیں اے اللہ! دل کے جھکاؤ کی وجہ سے مجھے ناانصافوں میں شمار نہ کرنا۔

(ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی تسویۃ الضرائر)

کتنی باریک نظر ہے وہ جس کی پہلی غلطیاں اور کوتاہیاں بھی معاف تھیں جس کی آئندہ کوتاہیاں بھی معاف، اگر کچھ تھیں۔ انصاف کے متعلق اتنا باریک احساس رکھتا تھا کہ خدا کے حضور عرض کیا کرتا تھا کہ جو کچھ میرے بس میں ہے وہ تو میں کر چکا لیکن دل کے معاملات بس کی بات نہیں۔ اس لئے اس بارہ میں مجھے انصاف نہ کرنے والوں میں نہ لکھ دینا۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی ایک روایت حضرت زینبؓ کے متعلق ہے۔ فرماتی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا سے رخصت کے دن قریب آئے تو حضور نے ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ میری ازواج میں سے مجھے سب سے پہلی وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ اس پر ہم بیویوں نے ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ناپنے شروع کئے کہ دیکھیں کس کے ہاتھ لمبے ہیں اور پہلے کون حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے گا۔ وہ کہتی ہیں ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آئی آپ کی مراد یہ تھی کہ جو بنی نوع انسان کا زیادہ ہمدرد ہے جو زیادہ صدقہ وخیرات دیتا ہے وہی میرے پاس سب سے پہلے آئے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت زینبؓ جب فوت ہوئیں تو اس وقت خواتین مبارکہ اور صحابہ کو سمجھ آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سے مراد کیا تھی۔

(صحیح مسلم کتاب المناقب من فضائل زینبؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا)

اب یہاں بھی دیکھیں کہ نیکی پر ترجیح دی گئی ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں بنی نوع انسان کی ایسی محبت تھی ایسا پیار تھا کہ وفات کے بعد وہ پہلی بیوی جسے خدا نے حضور کے ساتھ ملا دیا۔ وہ وہی تھیں جو صدقہ وخیرات میں سب سے افضل تھیں۔

آپؐ کی بیویاں آپس میں مذاق بھی کر لیا کرتی تھیں اور مذاق کے نتیجہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر جس بیوی سے مذاق ہوتا تھا اس کو بچاتے بھی تھے اس کی دلداری بھی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہؓ دجال سے بہت ڈرا کرتی تھیں۔ اس قدر ڈرتی تھیں دجال سے کہ ایک موقعہ پر بعض ازواج نے مذاقاً کہہ دیا کہ دجال آ رہا ہے جس پر دوڑ کر ایک خیمہ میں گھس گئیں اور پھر وہاں سے نکلی نہیں تو ازواج مطہرات ہنستی ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ یا رسول اللہ آج خوب تماشا ہوا ہے۔ سودہؓ دجال کے ڈر کے مارے فلاں خیمہ میں گھس گئی ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود وہاں تشریف لے گئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ دجال ابھی نہیں نکلا۔ یہ سنتے ہی حضرت سودہؓ بے اختیار باہر تشریف لائیں اور چونکہ وہ ایک ایسے کونے سے لگ کر کھڑی تھیں کہ جب باہر نکلیں تو ماتھے اور سر پر مکڑی کا جالا بھی لگا ہوا تھا (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۹۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو عبادت کیا کرتے تھے تو بعض بیویاں بھی ساتھ شامل ہو جایا کرتی تھیں بعضوں کو دوسروں سے زیادہ عادت تھی بعض کمزور تھیں۔ حضرت سودہ کی روایت ہے کہ مجھے بھی شوق آیا میں بھی ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں کھڑی ہو گئی آپؐ کے رکوع اور آپ کے سجدے اتنے لمبے تھے کہ مجھے یوں لگتا تھا کہ میری نکسیر پھوٹ جائے گی اس

سمٹے میں دیر تک ناک پکڑے کھڑی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب آپ نے یہ بتایا تو آپ مسکرا دیئے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۷۳)

حضرت صفیہؓ کی دلداری کے واقعات

آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی تھیں جو یہودی النسل تھیں۔ حضرت صفیہؓ کے ساتھ آپؐ کی شادی کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ جب خیبر فتح ہوا تو دستور کے مطابق جب خیبر کے مرد زیر کر لیئے گئے یا قتل ہو گئے تو جو عورتیں جنگی قیدی کے طور پر ہاتھ آئیں ان کو بھی رواج کے مطابق تقسیم کیا گیا اور مختلف مسلمان خاندانوں کے سپرد کی گئیں ان میں حییؓ بن اخطب جو ایک یہودی قبیلے کا سردار تھا اس کی بیٹی صفیہ بھی تھیں۔ یہ سردار اسی دن قتل ہوا تھا۔ اس پر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ غلطی سے حضرت صفیہؓ کو کسی عام آدمی کے سپرد کر دیا گیا وہ سردار کی بیٹی تھی اس لئے سردار کے گھر میں اس کو آنا چاہیئے تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو تسلیم فرما لیا اسی دن حضرت صفیہؓ آپ کی زوجہ مطہرہ بننے کا شرف حاصل کر گئیں۔

اتنی شدید وہ لڑائی تھی اور یہود کو مسلمانوں سے اتنی خوفناک نفرتیں تھیں کہ اس واقعہ پر بعض صحابہؓ بے چین اور بے قرار ہو گئے کہ صفیہؓ جس کا باپ آج قتل ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی بد ارادہ نہ رکھتی ہو۔ چنانچہ اس رات حضرت ابو ایوب انصاریؓ ننگی تلوار لیے کہ ساری رات خیمے کے باہر کھڑے رہے کہ ذرا کوئی مشتبہ آواز آئے تو میں فوراً دوڑ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کروں۔ صبح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابو ایوب! تم میرے دروازہ پر کیوں رات بھر کھڑے رہے تو اس وقت انہوں نے بتایا ـــــ لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو سلوک تھا اور آپؐ کے اندر جو بے پناہ قوت جاذبہ پائی جاتی تھی اس کے نتیجہ میں ایک ہی رات میں حضرت صفیہؓ کی کایا پلٹ گئی۔ اور حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے اتنا گہرا عشق ہو گیا کہ پھر کبھی کسی برے رشتہ دار کا خیال آپ کے دل میں نہیں آیا۔

اسی سفر میں ایک صحابی روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ کے پیچھے اپنی عبا کو پھیلا دیتے تھے اور اس پر حضرت صفیہؓ کو بٹھاتے تھے۔ اور جب سواری پر چڑھانا ہوتا تھا تو اپنا گھٹنا قدم رکھنے کے لئے پیش کیا کرتے تھے اور حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں اس گھٹنے پر رکھ کر پھر سواری پر بیٹھتی تھیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر)

حضرت صفیہؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ کی روایت یہ ہے کہ کھانا اتنا اچھا پکاتی تھیں کہ میں نے کبھی ایسا اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔ ایک مرتبہ حضرت صفیہؓ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کی باری کے دوران کھانا تحفۃً بھجوایا گیا۔ حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی اور جو لونڈی کھانا لے کر آئی تھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھانا گرا دیا تو وہ برتن ٹوٹ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کا بہت دکھ پہنچا۔ آپؐ نے خود اپنے ہاتھوں سے اس ٹوٹے ہوئے برتن کو اکٹھا کر کے جوڑا اور پھر عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کے ساتھ کا برتن جو تمہارے گھر ہے لاؤ چنانچہ وہ برتن لایا گیا اور ٹوٹا ہوا برتن حضرت عائشہؓ کے سپرد کر دیا اور جو صحیح وسالم برتن تھا وہ حضرت صفیہؓ کو واپس بھجوایا گیا۔

(سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ)

ایک دفعہ سفر میں تھے حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ہوا تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپؐ نے رداء اور دست مبارک سے خود ان کے آنسو پونچھے آپؐ ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔

(زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

ایک اور روایت ہے کہ ایک سفر کے دوران حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار پڑ گیا حضرت زینبؓ بنت جحش کے پاس ایک زائد اونٹ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دیکھو صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ تم اس کو اونٹ دے دو۔ اس پر حضرت زینبؓ نے کہا کہ میں اس یہودیہ کو اونٹ کیوں دوں۔ کیونکہ حضرت صفیہؓ یہود الاصل تھیں اس لئے رقابت میں بعض دفعہ دوسری ازواج مطہرات یہ طعنہ دے دیا کرتی تھیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا دکھ ہوا کہ دو تین ماہ تک پھر حضرت زینبؓ کے حجرہ میں نہ گئے اور کہتی ہیں کہ یہاں تک میں غم سے نڈھال ہو کر مایوس ہو چلی تھی اور میں سمجھتی تھی کہ اب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ نہ دیکھ سکوں گی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

ایک دفعہ حضرت صفیہؓ رو رہی تھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے متعلق بعض دوسری ازواج نے بڑی دل دکھانے والی باتیں کی ہیں۔ کیا باتیں کی ہیں۔ وہ باتیں یہ تھیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ غالباً حضرت حفصہؓ نے یہ طعنہ دیا تھا کہ تم ایک یہودیہ ہو۔ یہودی کی بیٹی ہو۔ اور ہم ہیں خاندان نبوی سے۔ تمہارا ہمارے ساتھ کیا مقابلہ۔ ہم تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان ہی سے ہیں اور پھر آپؐ کے عقد میں بھی آگئی ہیں۔ اس لئے تمہارا اور ہمارا کوئی جوڑ نہیں ہے کوئی برابری نہیں ہے۔

معاشرہ کی جنت

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں کس طرح مجھ سے بہتر ہو۔ میرا خاوند محمدؐ ہے میرا باپ ہارونؑ اور میرا چچا موسیٰؑ (ترمذی کتاب المناقب) دیا اس سے پتہ لگتا ہے کہ ایک جنت تھی معاشرہ کی جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور اس نے گھروں کی کایا پلٹ دی تھی۔ رہن سہن کے اطوار بدل ڈالے۔ یہ ایک انقلاب تھا جو عرب کی دنیا میں برپا ہوا تھا اور جس نے پھر جاری ہو کر ساری دنیا کو جنت بنانا تھا۔ ایک لمبے عرصہ تک اس جنت کی حفاظت کی گئی مسلمان معاشرہ میں درخشندہ ایک کے بعد دوسرے گھر میں یہ جنت منتقل ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ بدقسمتی سے وہ دور آیا کہ وہ جنت پھر ہاتھ سے ضائع ہو گئی آج کی دنیا میں وہ تمام اسلام کے دشمن جو طرح طرح کے الزامات لگاتے نہ بناتے ہیں اسلام کی تعلیم کو بھی اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو بھی اور بڑے فخر سے احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام نہیں اور اسلامی گھروں کی زندگی خون اور دکھوں کا دوسرا نام ہے عورت غلام بنائی جاتی ہے۔ ہر قسم کی تکلیفوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ اس کے کوئی حقوق نہیں ہیں۔ وہ صرف ایک قیدی ہے جس نے گھر میں بچے پالنے ہیں اور ساری مشقت اور محنت اٹھانی ہے نہ اس کے جذبات ہیں نہ اس کے احساسات ہیں نہ وہ قدر کے لائق کوئی چیز شمار ہوتی ہے۔

ہم تمام دنیا کو نظریاتی لحاظ سے ان باتوں کا جواب دیتے ہیں۔ ہم قرآن اور سنت کے حوالے نکال کر ان کو دکھاتے ہیں کہ عورت کو کبھی وہ شرف انسانی عطا نہیں ہوا۔ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا۔ ذرا دیکھیں اس زمانہ کی عورت کس حال کو پہنچی ہوئی تھی۔ سوچیں اور پھر دیکھیں ان عورتوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سلوک فرمایا لیکن یہ ساری باتیں جب وہ سنتے ہیں اکثر ان کے دل بظاہر قائل بھی ہو جائیں تو پھر بھی وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں اور جائز طور پر اٹھاتے ہیں کہ ٹھیک یہ باتیں ہوں گی لیکن یہ تو ویسی ہی باتیں ہیں جیسے لوگ کہا کرتے ہیں پدرم سلطان بود۔ جب فخر کی باتیں ہوں تو وہ لوگ جن کے ہاتھ پلے کچھ نہ ہو۔ وہ بعض دفعہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہاں ہاں تم بھی بڑے ہو گے لیکن ہمارے باپ دادا بھی بہت بڑے تھے۔ وہ کہتے ہیں آج کی دنیا کو تاریخ کیا سکھائے گی۔ آج کی دنیا کو عصر حاضر کا انسان کچھ سکھائے تو سکھائے۔ آج وہ اسلامی معاشرہ کہاں ہے جس کی بہتری کے تم گیت گا رہے ہو یہاں ہمیں وہ جنت دکھاؤ تب ہم مانیں گے ورنہ ہم سمجھیں گے تمہاری ساری جنتیں فرضی ہیں کچھ ماضی میں رہ گئی ہیں اور کچھ مرنے کے بعد ملیں گی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی کوئی جنت بھی فرضی نہیں اسلام کی جنت ہمیشہ معاشرہ میں ساتھ چلتی ہے اگر سچا اسلام ہو۔

کھوئی ہوئی جنت کا حصول

آج احمدی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم اس اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جو اسلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلام تھا جو آپ نے جاری فرمایا ہم اس کھوئی ہوئی جنت کو

دوبارہ حاصل کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جو جنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھروں میں نازل ہوئی تھی۔ یہ وہ جنت تھی جس نے آپ سے بے وفائی نہ کی۔ یہ وہ جنت نہیں تھی جس سے آدم نکالا گیا تھا بلکہ یہ وہ جنت تھی جس سے خلیفۃ اللہ نے ہمیشہ کے لئے شیطان کو نکال باہر کیا تھا یہ جنت ہمیشگی کی جنت تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اور آج بھی یہی جنت ہے جو دنیا کو بچا سکتی ہے اس کے سوا اور کوئی جنت نہیں۔

پس آج احمدی گھروں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں جیسا بننا ہوگا آج امن کی اور کوئی راہ نہیں ہے سوائے اس راہ کے آج نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر ایک راستہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو ہم قبول کر لیں۔

پس اے احمدی مردو اور عورتو! تم دنیا کو امن اور آشتی کی خوشخبری دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ آگے بڑھو اور دنیا کو اس کی طرف بلاؤ۔ لیکن یاد رکھو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ جنتیں ساتھ لے کر چلنا ہے یہی جنتیں ہیں جو آج دنیا کو امن دیں گی۔ اس جنت کے بغیر ہر گھر میں جہنم بھڑکائی جا رہی ہے طرح طرح کے مصائب اور دکھ ہیں جن میں انسان مبتلا ہے اور ایک دوسرے کو مبتلا کرتا چلا جا رہا ہے۔ آج مغربی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے ایک ہی ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے یعنی میرا آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آج اس معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

میں امید رکھتا ہوں کہ ہر احمدی کو اگر اپنی جان نچھاور بھی کرنی پڑے اور اپنا سب کچھ قربان بھی کرنا پڑے تب بھی وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاری کردہ معاشرہ کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

(منقول از الفضل ربوہ ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۸۴ء)

حیاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

سنین کے آئینہ میں

سن ہجری	سن عیسوی	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
۹ ربیع الاول ۵۳ قبل ہجرت	۲۰ اپریل ۵۷۱ء	یوم پیدائش	واقعہ فیل سے پچاس دن بعد مکہ معظمہ میں
۱۷ ربیع الاول ۵۳ قبل ہجرت	۲۸ اپریل ۵۷۱ء	۸ یوم	رضاعت کی ذمہ داری حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد ہوئی
۔۔ ۵۱ قبل ہجرت	۔ ۵۷۳ء	دو سال	مکہ معظمہ میں والدہ ماجدہ کے پاس اور پھر بنی سعد کو واپس
۔۔ ۴۷ قبل ہجرت	۔ ۵۷۷ء	چھ سال	بنی سعد سے مکہ معظمہ کو مستقل واپسی
۔۔ ۴۷ قبل ہجرت	۔ ۵۷۷ء	چھ سال	سیدہ آمنہ کا انتقال مدینہ سے آتے ہوئے مقام ابواء میں
۔۔ ۴۴ قبل ہجرت	۔ ۵۷۹ء	۸ سال ۲ ماہ	دادا عبد المطلب نے ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا
۔۔ ۴۱ قبل ہجرت	۔ ۵۸۳ء	۱۲ سال ۲ ماہ	شام کا تجارتی سفر اور بحیرا راہب کا آپ کو شناخت کرنا
۔۔ ۳۸ قبل ہجرت	جون ۵۸۶ء	۱۵ سال ۲ ماہ	قریش اور قیس کے مابین جنگ فجار میں شرکت
۔۔ ۳۷ قبل ہجرت	جولائی ۵۸۶ء	۱۵ سال ۳ ماہ	عبداللہ بن جدعان کے گھر حلف الفضول میں شرکت
۔۔ ۲۸ قبل ہجرت	جولائی ۵۹۵ء	۲۵ سال	شام کا دوسرا تجارتی سفر اور نسطورا راہب کا پہچاننا
۔۔ ۲۸ قبل ہجرت	ستمبر ۵۹۵ء	۲۵ سال ۲ ماہ	اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح
۔۔ ۲۵ قبل ہجرت	جون ۵۹۸ء	۲۸ سال	خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے سیدنا قاسم کی ولادت
۔۔ ۲۳ قبل ہجرت	جون ۶۰۰ء	[illegible]	خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے سیدہ زینب کی ولادت
۔۔ ۲۰ قبل ہجرت	۔ ۶۰۳ء	۳۳ سال	خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے سیدہ رقیہ کی ولادت
۔۔ ۱۹ قبل ہجرت	۔ ۶۰۴ء	۳۴ سال	خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے سیدہ ام کلثوم کی ولادت
۔۔ ۱۸ قبل ہجرت	۔ ۶۰۵ء	۳۵ سال	تعمیر کعبہ اور آپ کی تحکیم
۱۸ قبل ہجرت	۔ ۶۰۵ء	۳۵ سال	خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی ولادت
دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳ قبل ہجرت	۱۲ فروری ۶۱۰ء	۴۰ سال ایک دن	آفتاب رسالت کا طلوع۔ غار حرا میں پہلی وحی
جمعہ ۱۸ رمضان ۱۳ قبل ہجرت	۱۷ اگست ۶۱۰ء	۴۰ سال ۶ ماہ	آغاز نزول قرآن اور بعثت و نبوت
جمعہ ۱۸ رمضان ۱۳ قبل ہجرت	۱۷ اگست ۶۱۰ء	۴۰ سال ۶ ماہ	خفیہ دعوت کا آغاز۔ حضرت خدیجہؓ کا قبول اسلام
″ ″ ۹ قبل ہجرت	″ ″ ۶۱۴ء	۴۳ سال ۹ ماہ	اعلانیہ تبلیغ کا آغاز
″ ″ ۸ قبل ہجرت	اپریل ۶۱۵ء	۴۵ سال ۲ ماہ	سرزمین حبشہ کی طرف صحابہؓ کی ہجرت
۔۔۔ ۷ قبل ہجرت	۔ ۶۱۶ء	۴۶ سال	حضرت امیر حمزہؓ کا قبول اسلام
۔۔۔ قبل ہجرت	۔ ۶۱۶ء	۴۶ سال	حضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام
یکم محرم ۶ قبل ہجرت	ستمبر ۶۱۵ء	۴۶ سال	شعب ابی طالب میں محصوری
رمضان ۳ قبل ہجرت	جنوری ۶۱۹ء	۴۹ سال ۹ ماہ	آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب کی وفات
″ ″ ″	″ ۶۱۹ء	۴۹ سال ۹ ماہ	ابو طالب سے تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات
″ ″	فروری ۶۱۹ء	۴۹ سال ۹ ماہ	ام المومنین حضرت سودہؓ سے نکاح
شوال ″ ″	مارچ ۶۱۹ء	۴۹ سال ۹ ماہ	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح
″ ″ ″	۶۱۹ء	۴۹ سال ۹ ماہ	دعوت اسلام کے لئے مکہ سے ۶۰ میل دور طائف کا سفر
۲۷ رجب ۱ قبل ہجرت	۸ مارچ ۶۲۰ء	۵۰ سال ۲ ماہ	واقعہ معراج۔ اسراء۔ [illegible] سدرۃ المنتہیٰ
″ ″ ″	۶۲۰ء	۵۰ سال	معراج کا عظیم تحفہ۔ نماز پنجگانہ کی فرضیت
″ ″ ″	جولائی ۶۲۰ء	۵۰ سال ۹ ماہ	مدینہ کے وفد کا قبول اسلام۔ اسباب ہجرت
ذی الحجہ ۱ ″ ″	″ ۶۲۱ء	۵۱ سال ۹ ماہ	بیعت عقبہ اولیٰ
ہجرت سے تین ماہ قبل	جون ۶۲۲ء	۵۲ سال ۹ ماہ	بیعت عقبہ ثانی
شب جمعہ ۲۷ صفر	۱۰ ستمبر ۶۲۲ء	۵۲ سال ۲ ماہ	(۱) ہجرت مکہ سے غار ثور
دوشنبہ یکم ربیع الاول	۱۳ ستمبر ۶۲۲ء	۵۲ سال ۲ ماہ	(۲) ہجرت غار ثور سے مدینہ منورہ کو
″ ۸ ″	۲۰ ″ ۶۲۲ء	۵۲ سال ۲ ماہ	آپ کا قبا میں رونق افروز ہونا
۸ تا ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱ھ	۲۰ تا ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء	۵۳ سال	مسجد قبا کی تاسیس
۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ھ	۲۴ ستمبر ۶۲۲ء	۵۳ سال ۱۲ دن	پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ مبارک
۔ ″ سنہ ۱ھ	۲۴ ستمبر ۶۲۲ء	۵۳ سال ۱۲ دن	مدینہ منورہ میں ورود مسعود
۔ ″ سنہ ۱ھ	اکتوبر ۶۲۲ء	۵۳ سال ایک ماہ	مسجد نبوی کی تاسیس
۔ ″ سنہ ۱ھ	۶۲۲ء	۵۳ سال ایک ماہ	اذان کی ابتدا اور حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا
ربیع الثانی سنہ ۱ھ	نومبر ۶۲۲ء	۵۳ سال ۲ ماہ	مہاجرین و انصار میں مواخات
جمادی الآخر سنہ ۱ھ	دسمبر ۶۲۲ء	۵۳ سال ۳ ماہ	مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ
۱۲ صفر سنہ ۲ھ	۱۵ اگست ۶۲۳ء	۵۳ سال ۱۱ ماہ	فرمان جہاد
۲۹ صفر سنہ ۲ھ	۳۱ اگست ۶۲۳ء	۵۳ سال ۱۱ ماہ	غزوۂ ودّان
ربیع الاول سنہ ۲ھ	ستمبر ۶۲۳ء	۵۴ سال	غزوۂ بواط
۔ ″ سنہ ۲ھ	۶۲۳ء	۵۴ سال	غزوۂ سفوان (غزوۂ بدر اولیٰ)
جمادی الآخر سنہ ۲ھ	دسمبر ۶۲۳ء	۵۴ سال ۳ ماہ	غزوۂ ذو العشیرہ
رجب سنہ ۲ھ	جنوری ۶۲۴ء	۵۴ سال ۴ ماہ	حضرت سلمان فارسیؓ کا قبول اسلام
۱۵ شعبان سنہ ۲ھ	۱۱ فروری ۶۲۴ء	۵۴ سال ۵ ماہ	تحویل قبلہ
آخری عشرہ شعبان ۲ھ	۱۶ تا ۲۶ فروری ۶۲۴ء	۵۴ سال ۵ ماہ	روزوں کی فرضیت
۱۲ تا ۱۷ رمضان سنہ ۲ھ	۸ تا ۱۳ مارچ ۶۲۴ء	۵۴ سال ۶ ماہ	غزوۂ بدر
۲۵ رمضان سنہ ۲ھ	۲۱ مارچ ۶۲۴ء	۵۴ سال ۶ ماہ	غزوۂ بنی سلیم
۲۸ رمضان سنہ ۲ھ	۲۴ مارچ ۶۲۴ء	۵۴ سال ۶ ماہ	زکوٰۃ الفطر اور نماز عید
شوال سنہ ۲ھ	اپریل ۶۲۴ء	۵۴ سال ۷ ماہ	زکوٰۃ کی فرضیت
۔ ″ سنہ ۲ھ	″ ۶۲۴ء	۵۴ سال ۷ ماہ	سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح و رخصتی
۱۵ ″ سنہ ۲ھ	۱۰ ″ ۶۲۴ء	۵۴ سال ۷ ماہ	غزوۂ بنی قینقاع
۵ ذوالحجہ سنہ ۲ھ	۲۹ مئی ۶۲۴ء	۵۴ سال ۹ ماہ	غزوۂ سویق
محرم سنہ ۳ھ	جولائی ۶۲۴ء	۵۴ سال ۱۰ ماہ	غزوۂ غطفان
ربیع الثانی سنہ ۳ھ	اکتوبر ۶۲۴ء	۵۵ سال ایک ماہ	غزوۂ بحران
شعبان سنہ ۳ھ	جنوری ۶۲۵ء	۵۵ سال ۵ ماہ	اُم المومنین حضرت حفصہؓ سے نکاح
۶ شوال سنہ ۳ھ	۲۲ مارچ ۶۲۵ء	۵۵ سال ۶ ماہ	غزوۂ اُحد

سن ہجری	سن عیسوی	عمر مبارک	واقعات عظیم
۹ر شوال ۳ھ	۴ر مارچ ۶۲۵ء	۵۵ سال ۷ ماہ	غزوہ حمراء الاسد
ذوالحجہ ۳ھ	مئی ۶۲۵ء	۵۵ سال ۹ ماہ	اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح
ربیع الاول ۴ھ	اگست ۶۲۵ء	۵۶ سال	غزوۂ بنی نضیر
۴ھ	۶۲۵ء	۵۶ سال	حرمتِ شراب کا قطعی حکم
جمادی الاول ۴ھ	اکتوبر ۶۲۵ء	۵۶ سال ۲ ماہ	غزوہ ذات الرقاع
شوال ۴ھ	مارچ ۶۲۶ء	۵۶ سال ۷ ماہ	اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے نکاح
ذیقعد ۴ھ	اپریل ۶۲۶ء	۵۶ سال ۸ ماہ	غزوۂ بدر الاخریٰ
۲۵ ربیع الاول ۵ھ	۲۴ر اگست ۶۲۶ء	۵۶ سال	غزوہ دومۃ الجندل
۳ر شعبان ۵ھ	۲۸ر دسمبر ۶۲۶ء	۵۷ سال ۴ ماہ	غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع
۵ھ	۶۲۶ء	۵۷ سال ۴ ماہ	حضرت جویریہؓ بنت حارث سے نکاح
شوال ۵ھ	فروری ۶۲۷ء	۵۷ سال ۶ ماہ	اُم المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح
یکم ذیقعد ۵ھ	۲۴ر مارچ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۸ ماہ	نزولِ حجاب
۸ر ذیقعد ۵ھ	۳۱ر مارچ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۸ ماہ	غزوۂ احزاب یا خندق
ذی الحجہ ۵ھ	اپریل ۶۲۷ء	۵۷ سال ۹ ماہ	غزوۂ بنی قریظہ
یکم ربیع الاول ۶ھ	۲۱ر جولائی ۶۲۷ء	۵۷ سال ۱۱ ماہ	غزوۂ بنی لحیان
ربیع الآخر ۶ھ	اگست ۶۲۷ء	۵۸ سال ایک ماہ	غزوہ ذی قردہ یا غابہ
یکم ذیقعد ۶ھ	۱۳ر مارچ ۶۲۸ء	۵۸ سال ۷ ماہ	غزوۂ حدیبیہ
۶ھ	۶۲۸ء	۵۸ سال ۷ ماہ	کفار سے اہل اسلام کے نکاح کی حرمت
ذوالحجہ ۶ھ	اپریل ۶۲۸ء	۵۸ سال ۹ ماہ	ام المومنین حضرت حبیبہؓ سے نکاح
یکم محرم ۷ھ	۱۱ر مئی ۶۲۸ء	۵۸ سال ۹ ماہ	سلاطین کو دعوتِ اسلام
۷ھ	جون ۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۰ ماہ	غزوۂ خیبر
۷ھ	۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۰ ماہ	مراجعت اہل حبشہ
۷ھ	۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۰ ماہ	وفد اشعریین کا قبول اسلام
۷ھ	۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۰ ماہ	اُم المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح
۷ھ	۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۲ ماہ	غزوۂ وادی القریٰ و تیماء
ذیقعد ۷ھ	مارچ ۶۲۹ء	۵۹ سال ۸ ماہ	عمرہ کا عمرہ ۔ عمرۃ القضا
۷ھ	۶۲۹ء	۵۹ سال ۸ ماہ	ام المومنین حضرت میمونہؓ سے نکاح
صفر ۸ھ	جون ۶۲۹ء	۵۹ سال ۱۱ ماہ	حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبولِ اسلام
۸ھ	۶۲۹ء	۶۰ سال ۱۱ ماہ	حضرت عمرو بن العاص کا قبولِ اسلام
جمادی الاول ۸ھ	اگست ۶۲۹ء	۶۰ سال ۲ ماہ	غزوہ موتہ
۱۰ر رمضان ۸ھ	یکم جنوری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۶ ماہ	غزوۂ فتح مکہ ۔ غزوہ الفتح الاعظم
شوال ۸ھ	جنوری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۷ ماہ	غزوۂ حنین یا اوطاس یا ہوازن
۸ھ	۶۳۰ء	۶۰ سال ۷ ماہ	غزوۂ طائف
۵ ذیقعد ۸ھ	۲۴ر فروری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۷ ماہ	جعرانہ میں آمد
۸ھ	۲۴ر ۶۳۰ء	۶۰ سال ۷ ماہ	وفد ہوازن کا قبولِ اسلام
محرم ۹ھ	اپریل ۶۳۰ء	۶۰ سال ۱ ماہ	تنظیم زکوٰۃ ۔ عاملین صدقہ کا تقرر
صفر ۹ھ	مئی ۶۳۰ء	۶۰ سال ۱۱ ماہ	وفد عذرہ کا قبولِ اسلام
ربیع الاول ۹ھ	جون ۶۳۰ء	۶۱ سال	وفد بلی کا قبولِ اسلام
جمادی الآخر ۹ھ	اگست ۶۳۰ء	۶۱ سال ۲ ماہ	سیدنا ابراہیم کی پیدائش حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے
رجب ۹ھ	اکتوبر ۶۳۰ء	۶۱ سال ۴ ماہ	غزوہ تبوک (آخری اور سب سے بڑا غزوہ)
۹ھ	۶۳۰ء	۶۱ سال ۴ ماہ	جزیہ لینے کا حکم
ذیقعد ۹ھ	فروری ۶۳۱ء	۶۱ سال ۸ ماہ	حضرت صدیق اکبرؓ کا حج ۔ حج اکبر
ذوالحجہ ۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	فرضیتِ حج
۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	سود کی حرمت
۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	وفد بنی حنیفہ کی آمد
۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	وفد طے کا قبولِ اسلام
۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	وفد ہمدان کا قبول اسلام
۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	وفد بنی اسد کا قبول اسلام
۹ھ	۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ	وفد بنی عبس کا قبولِ اسلام

سن ہجری	سن عیسوی	عمر مبارک	واقعات عظیم
رمضان ۱۰ھ	۶۳۱ء	۶۲ سال ۶ ماہ	وفد غسان کا قبول اسلام
۲۵ ذیقعد ۱۰ھ	۲۳ر فروری ۶۳۲ء	۶۲ سال ۸ ماہ	حجۃ الوداع ۔ مدینہ سے روانگی
۴ر ذوالحجہ ۱۰ھ	یکم مارچ ۶۳۲ء	۶۲ سال ۹ ماہ	حجۃ الوداع ۔ مکہ معظمہ میں داخلہ
جمعہ ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ	۶ر ۶۳۲ء	۶۲ سال ۹ ماہ	حجۃ الوداع ۔ عرفات کو روانگی
منگل ۱۳ر ۱۰ھ	۱۰ر ۶۳۲ء	۶۲ سال ۹ ماہ	حجۃ الوداع ۔ منیٰ سے واپسی
۱۵ محرم ۱۱ھ	اپریل ۶۳۲ء	۶۲ سال ۱۰ ماہ	وفد نخع کی آمد (حیاتِ مبارکہ کا آخری وفد)
۲۸ر صفر ۱۱ھ	۲۴ر مئی ۶۳۲ء	۶۲ سال ۱۰ ماہ	سریہ اسامہ بن زیدؓ (آخری فوج ظفر موج)
دوشنبہ ۲۹ صفر ۱۱ھ	۲۵ر مئی ۶۳۲ء	۶۲ سال ۱۱ ماہ	وفات ۔ آغاز مرض
چہار شنبہ ۸ ربیع الاول ۱۱ھ	۳ر جون ۶۳۲ء	۶۳ سال	وفات ۔ رحلت سے پانچ سال قبل آخری نماز پڑھائی
پنجشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۱ھ	۴ر جون ۶۳۲ء	۶۳ سال ایک دن	وفات ۔ رحلت سے چار یوم قبل وصیت و تقریر
شنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۱ھ	۶ر جون ۶۳۲ء	۶۳ سال تین دن	رحلت سے دو یوم قبل ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں نماز
دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	۷ر جون ۶۳۲ء	۶۳ سال چار دن	وفات ۔ حیاتِ اقدس کے آخری لمحات
چہار شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۱ھ	۹ر جون ۶۳۲ء	—	تجہیز و تکفین وفات سے بتیس گھنٹے بعد

افکارِ معاصرین

آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا نمایاں کارنامہ

نامور ماہر قانون شری رام جیٹھ ملانی کے قلم سے

ہندوستان کے نامور ماہر قانون شری رام جیٹھ ملانی کا حال ہی میں ایک مضمون "A CALL FOR SANITY" "ہوش مندی کیلئے ایک دعوت" مشہور انگریزی روزنامہ "انڈین ایکسپریس" میں چھپا ہے جس میں انہوں نے "آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ" کے مطالبات پر بحث کی ہے۔ اپنے اس مضمون میں موصوف حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"THE GREATEST ACHIEVEMENT OF THE PROPHET WAS TO CREATE IN HIS FOLLOWERS A THIRST FOR KNOWLEDGE. HE DECLARED: "HE WHO LEAVES HIS HOME IN SEARCH OF KNOWLEDGE, WALKS IN THE PATH OF GOD "...... AND THE INK OF THE SCHOLAR IS HOLIER THAN THE BLOOD OF THE MARTYR." THE EARLIEST FOLLOWERS OF ISLAM WERE THIRSTY FOR KNOWLEDGE. THERE WERE THIRTY SIX LIBRARIES IN THE CITY OF BAGDAD ALONE AND A WELL KNOWN MUSLIM DIVINE REFUSED AN INVITATION TO LIVE IN THE ROYAL PALACE BECAUSE IT WOULD HAVE NEEDED 400 CAMELS TO TRANSPORT HIS LIBRARY. THOSE WERE THE DAYS OF ISLAMIC GLORY. MUSLIM DECLINE THROUGH THE YEARS IS THE DIRECT RESULT OF THE FOLLY OF MUSLIM LEADERSHIP IN HAVING MADE THE MUSLIM MASSES TURN AWAY FROM THE PATH OF EDUCATION AND ENLIGHTENMENT."

[INDIAN EXPRESS NEW DELHI SATURDAY, OCTOBER 26, 1985, PAGE 6. COLUMN 5.]

ترجمہ:۔ "اپنے پیروں کے اندر علم کی پیاس پیدا کرنا حضرت محمد رسول اللہؐ کا سب سے بڑا نمایاں کارنامہ تھا۔ آپؐ نے اعلان کیا کہ جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکل پڑتا ہے وہ دراصل خدا کی راہ پر گامزن ہوتا ہے' اور ایک عالم کی سیاہی ایک شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے۔" ابتدائی مسلمان علم کے لئے ہمہ بار تشنہ تھے صرف ایک شہر بغداد میں ۳۶ کتب خانے موجود تھے اور ایک مشہور عالم فاضل نے شاہی محل میں رہنے کی دعوت صرف اس بناء پر مسترد کردی کہ اسے اپنے کتب خانے کو منتقل کرنے کیلئے چار سو اونٹوں کی ضرورت لاحق ہوجاتی۔ یہ اسلام کے عروج و اقبال کے دن تھے اس کے بعد مسلمان بتدریج زوال پذیر ہوئے اور یہ صریح نتیجہ ہے مسلم قیادت کی اس حماقت کا جس سے مسلم عوام کو علم و آگہی اور روشن خیالی کی شاہراہ سے دور کر دیا گیا ہے۔"

حبیبِ خدا ـــــ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ

از محترم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری سابق ایڈیٹر بدر۔ قادیان

حبیبِ خدا ہادیٔ کامل پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ایک وسیع وعریض اور نہایت درجہ عمیق سمندر کی مانند ہے جس کا احاطہ کسی ایک مضمون یا کسی ایک صُحبت میں ممکن نہیں۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں آپؐ کے فدائیوں اور آپؐ کے ادنیٰ خدام نے اس موضوع پر جس قدر مضامین لکھے۔ تقاریر کیں۔ کُتب قلمبند کیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ اِس لئے وقت اور گنجائش کی رعایت سے اس وسیع وعریض شاخ در شاخ مضمون کے کسی ایک پہلو کو ہی لیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ میں سے "مُشتے نمونہ از خروارے" حضورؐ کے خداداد منصب " دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ " کے چند پہلو بڑے اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

جب سے دُنیا معرض وجود میں آئی اور حضرتِ انسان نے اس معمورہ میں بُود وباش اختیار کی خدا تعالےٰ اپنے خاص فضل وکرم کے تحت اپنی شناخت کے لئے ہر زمانہ میں مامور اور مُرسل بھیجتا رہا ہے۔ لیکن جب دُنیا ذہنی طور پر اپنے ارتقائی منازل طے کر چکی اور ایسا زمانہ آگیا کہ ایک برِّ اعظم کے رہنے والے دُوسرے برِّ اعظم کے لوگوں سے رابطہ رکھ سکیں، اُن سے مل سکیں تو خُدائے قدّوس نے ہر خطّہ میں الگ الگ نبی اور مُرسل بھیجنے کی بجائے ساری دُنیا کو یکجا کرنے کے لئے ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو سب کے لئے یکساں ہادی اور رہبر ہو۔ آپؐ کو ایک ایسی الہامی کتاب قرآن کریم کی شکل میں عطا کی گئی جو نوعِ انسان کی تمام رُوحانی معاشرتی اور تمدّنی ضروریات میں کامل رہنمائی کر سکتی ہے۔ اور اپنے اندر ہر زمانہ کی ضرورت کی تعلیم اور پیش آمدہ مسائل کا کافی وشافی حل رکھتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی اِلی اللہ کے فریضہ کو جس خوش اسلوبی اور کمال کے ساتھ سرانجام دیا وہ آپؐ کی سیرت کا ویسا ہی درخشندہ باب ہے جیسے سیرتِ مقدسہ کے بیشمار دوسرے پہلو۔ قرآن کریم میں آپؐ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:—

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ
شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝
وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ
سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝

(احزاب: آیت ۴۵-۴۶)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپؐ کو دنیا کے لئے شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کو ماننے والوں کے لئے بشارت دینے والا اور نہ ماننے والوں کے لئے بُرے انجام سے متنبہ کرنے والا بنایا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ آپؐ کے سپُرد یہ منصب عالی بھی کیا گیا ہے کہ آپؐ خدائے قدّوس کے حُکم سے اُسی کی طرف دُنیا کو دعوت دینے والے اور اس کے آستانہ پر جُھکانے والے بھی ہیں۔ اِس منصبِ عالی کے ساتھ ہی ساتھ سُورۃ النحل آیت ۱۲۵ میں آپؐ کو حکم ملا:—

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ
بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ
الْحَسَنَةِ

کہ آپؐ خدا کے رستے کی طرف دُنیا کو خاص حکمت اور دِلنشین وعظ ونصائح کے ذریعہ دعوت دیجئے۔

چنانچہ آپؐ نے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے نہ رات دیکھی نہ دن۔ جب بھی موقعہ ملا خُدائے واحد ویگانہ کو بھُولے ہُوئے لوگوں کو خُدا کی طرف بُلایا۔ نہ ایک دن یا ایک سال بلکہ ۲۳ سال لگاتار اِس خدمت میں ایسے لگے رہے کہ پیار بھرے الفاظ میں خدا نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:—

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى
اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا
بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا

(الکہف: آیت ۷)

دوسری جگہ فرمایا:—

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا
یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔

(الشعراء: آیت ۴)

ان دونوں آیات کا مشترکہ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے دعوت اِلی اللہ کی جو خدمت آپؐ کے سپُرد کی اُسے بحُسن وخوبی بجالانے کے سلسلہ میں آپؐ نے اپنی صحت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ یہ گویا فنافی اللہ ہو جانے کا سرٹیفکیٹ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو عطا ہُوا۔ اپنے کام میں اسی طور کی غیر معمولی مصروفیت کو دیکھ کر ہی تو قریش یہ کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰى رَبِّهٖ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے رب پر گویا عاشق ہو گئے ہیں۔

جبھی تو رات اور دن آپؐ کی زبان پر خُدا کا ذکر رہتا اور تمام ملنے جُلنے والوں کو ہر دم اُسی کی طرف رُجُوع کرنے کی دعوت دیتے رہتے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ !!

—:(۲):—

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جس زمانہ میں آپؐ داعی اِلی اللہ بن کر مبعوث ہوئے ساری کی ساری دُنیا بگاڑ اور فساد کا بدترین نمونہ پیش کر رہی تھی۔ چنانچہ زمانے کی اسی کیفیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (سورۃ الروم، آیت ۴۱) کہ کیا خشکی اور کیا تری، کیا عالم اور کیا جاہل سبھی میں فساد اور بگاڑ نہایت بھیانک صُورت میں راہ پا چکا ہے۔ جزیرۃ العرب جس کے باشندے پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے اوّل المخاطبین تھے، اوّل درجہ کے اَن پڑھ اور اُجڈ، ہر قسم کی تہذیب سے عاری، ایک خدا کی عبادت کو چھوڑ کر بُتوں کے پُجاری بن چکے تھے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کی مقدس ترین عمارت میں بھی بُتوں کو سجا دیا گیا تھا۔ ایسے وقت میں انہیں ایک خدا کی دعوت دینا اور توہمات کے اندھیروں سے نکل کر حقیقت کی روشنی کی طرف بُلایا جانا ایک ایسا امر تھا جسے عرب کے ہٹ دھرم اور ضدی مشرک کسی قیمت پر بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نے ایک خدا کی طرف انہیں بُلایا تو اس پر تعجب کرتے ہُوئے اُنہوں نے برملا کہہ دیا کہ

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا
اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ

(سورۃ صٓ: آیت ۵)

کیا کئی خداؤں کی جگہ ایک خدا لے سکتا ہے؟ یہ تو بہت بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہمارے ذہن اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان حالات میں جس قسم کی شدید مخالفتوں اور ایذارسانیوں کا آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو سامنا کرنا پڑا وہ ایک لمبی داستان ہے۔ مُقدّس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ایک شعر میں اسی کیفیت کو بڑے ہی جامع رنگ میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے ؎

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گزر میں دشتِ خار

ہمارے پیارے آقا پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی اِلی اللہ بن کر مردانہ وار ان تمام حالات کا مقابلہ کیا۔ دعوتِ نبوت کے بعد ۱۳ سالہ مکی زندگی میں آپؐ کے متبعین بھیڑوں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ خود رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی محفوظ نہ تھی۔ طرح طرح سے آپؐ کو دُکھ دیا جاتا۔ ایک مرتبہ بدبختوں نے آپؐ کے گلے میں پٹکا ڈال کر ایسا بھینچا کہ آپؐ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آگئے اور انہوں نے آپؐ کو چھڑایا۔ ایک دفعہ جبکہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے آپؐ کی پیٹھ پر اُونٹ کی اوجھری لاکر رکھ دی گئی۔ اس کے بوجھ سے آپ سر نہ اُٹھا سکتے تھے۔

اہلِ طائف کو دعوتِ حق پہنچانے کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے اوباش لڑکوں نے پتھر مار مار کر آپؐ کو لہولہان کر دیا۔ آپؐ کا اور آپؐ کے متبعین کا لگاتار تین سال تک مقاطعہ کیا گیا۔ انہیں بھُوکے پیاسے مار دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی گئی۔ آخر اہلِ مکّہ کے انہی مظالم سے تنگ آکر آپؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبُور ہوئے۔ لیکن بدبختوں نے وہاں پہنچنے پر بھی آپؐ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اڑھائی سو میل کی منزلیں مارتے ہُوئے لڑائی کی غرض سے مکّہ سے مدینہ جا پہنچے۔ نہ صرف ایک جنگ بلکہ مخالفت میں اندھے ہو کر بار بار حملہ آور ہوتے رہے۔ اُن کی ساری عداوت صرف اور صرف اسی وجہ سے تھی کہ آپؐ اُن کی طرف داعی اِلی اللہ بن کر آئے تھے۔ یہ پوزیشن اُنہیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ بایں ہمہ آپؐ نے اور آپؐ کے تربیت یافتہ مُسلمانوں نے ان تمام ایذا رسانیوں کا بڑے صبر وثبات کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور باطل کے سامنے کسی وقت بھی جھکنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ پس آج بھی جو شخص داعی اِلی اللہ بن کر میدان میں اُترتا ہے اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسوۂ نبویؐ کے مطابق اُسے بھی اِس راہ میں ویسے ہی صبر وثبات اور کامل استقلال کا نمونہ دکھانا ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

—:(۳):—

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے یہ بات بھی نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ شدید مخالفتوں، طرح طرح کی ایذا رسانیوں اور جنگ وجدل کے ماحول میں ہی آپؐ نے دعوت اِلی اللہ کے فریضہ کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اسے وسیع سے وسیع تر کرنے، زیادہ اثر انگیز کرنے اور مقبول بنانے کے منصوبے رُوبعمل لائے اُن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:—

(۱) آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے پُورے استقلال کے ساتھ دعوت اِلی اللہ کے کام کو ایسا جاری رکھا کہ کسی وقت بھی کمی نہیں آنے دی۔ جیسا کہ کہا گیا اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ کہ کسی بات پر استقلال بجائے خود ایک بڑا معجزہ اور کرامت بن کر اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ قدوسیوں کے ایسے ہی استقلال نے بھی معجزانہ اثر دکھایا۔ حتیٰ کہ مشرکین کو اِس امر کا اعتراف

کرنا پڑا کہ :-

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا

(الفرقان ، آیت ۴۲)

اس کی روز و شب تبلیغ اور مثالی استقلال ایسا ہے کہ قریب ہے کہ ہم اس کے زیر اثر اپنے معبودوں کو ہی چھوڑ دیتے۔ مگر ہم ابھی تک تو اپنے آبائی عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ مگر مشرکین کا یہ محض خیال ہی تھا۔ آپؐ کے استقلال اور مؤثر رنگ کی دعوت نے اُن کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا تھا۔ اسی لئے تو مقدسوں کی جماعت بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ اُن سے ایک ایک کر کے کٹ کر مسلمانوں میں شامل ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اس طرح ان کی تعداد دن بدن کم ہوتی جا رہی تھی۔ یہ نمایاں طور کی تبدیلی اسی استقلال اور ثبات قدمی کا معجزانہ اثر تھا!!

(ii) اس کے ساتھ ہی ساتھ قرآنی ہدایت کے مطابق دعوت الی اللہ کرتے وقت موقعہ اور محل کو دیکھ کر بات کرنا۔ وعظ و نصیحت کے پہلو کو غالب رکھنا نہایت درجہ ملائمت سے بات کرنا (قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا۔ طٰہٰ: ۴۴) ہر بات کو دلائل کے وزن سے ایسا اثر دار بنا دینا کہ دل سے نکلی ہوئی بات سیدھی مخاطب کے دل میں اُتر جائے۔ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۔ (نساء ، ۶۳) گفتگو کے وقت مخاطبین کے نازک مذہبی احساسات کا ہر دم لحاظ رکھا جائے۔ مذہبی نظریات و خیالات پر تقابلی گفتگو کے وقت روادارانہ انداز گفتگو اختیار کیا جائے۔

(iii) دعوت الی اللہ کے تمام ظاہری اسباب کو کام میں لانے کے ساتھ ساتھ مخالفین کو حق کی شناخت کی توفیق پانے کے لئے درد بھری دُعاؤں کا التزام کیا جانا بھی سیرت نبویؐ سے اُسوۂ حسنہ ملتا ہے۔ چنانچہ سفر طائف سے واپسی کے وقت جن الفاظ میں حضورؐ نے اہلِ طائف کے حق میں دُعا کی وہ کسی صورت میں بھلائی نہیں جا سکتی۔ حضورؐ کا سارا جسم لہو لہان ہے مخالفین نے بد ترین اخلاق کا نمونہ دکھایا ہے مگر رحمۃ للعالمینؐ کی زبانِ مبارک پر جو دُعائیہ الفاظ تھے وہ یہی تھے کہ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

پس سیرت نبویؐ سے ہر داعی الی اللہ کے لئے وہی نمونہ قابل عمل ملتا ہے کہ مخالفین کی انتہائی ایذا رسانیوں کے وقت بھی اُن کے حق میں بس دُعا ہی کی جائے۔ یہ درد بھری دُعائیں مومنوں کے حق میں ضرور رنگ لاتی ہیں۔ اور یہی وہ اہم بات ہے جس کی طرف ہمارے محبوب امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس وقت بار بار جماعت کو متوجہ کر تے آ رہے ہیں —!!

—:(۴):—

دعوت حق کے لئے ہر طرح کے ممکن وسائل کو کام میں لانا بھی سیرت نبویؐ کا نمایاں حصہ ہے۔ چنانچہ آپؐ نے انفرادی۔ اجتماعی تمام مواقع میں دعوت اِلی اللہ کا فریضہ بحسن و خوبی سرانجام دیا۔ کبھی آپؐ نے زیرِ تبلیغ افراد کو کھانے پر بُلایا اور خُدا کی باتیں انہیں سُنائیں۔ کبھی کوئی مجمع ہُوا تو وہاں پہنچے اور پیغام حق پہنچانے میں ذرا دریغ نہیں کیا۔ اسی طرح کی زبانی اور تقریری تبلیغ اور دعوت کے ساتھ ہی ساتھ سیرتِ نبوی سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ آپؐ نے ہر موقعہ پر اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کا شاندار عملی نمونہ دکھایا۔ سچ تو یہ ہے کہ زبانی بات اپنے اندر کچھ اثر نہیں رکھتی۔ جب تک بات کرنے والے کا اپنا عمل اس کی گواہی نہ دے رہا ہو۔

دعوت الی اللہ کے لئے ہر ممکن وسیلے کو بروئے کار لانے کے سلسلہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل باتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں :-

(i) قرآن کریم دُنیائے اسلام میں سب سے مقدم اور پہلی کتاب ہے۔ جس میں دینِ اسلام کے تمام ضروری مسائل کے اصل الاصول اور رُوحانی دُنیا کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ مع ذٰلک دعوت حق کے لئے بھی قرآن کریم اصح الکتب اور بے نظیر اور عظیم الاثر ذریعہ بھی ہے۔ اسی لئے تو مشرکین عرب نے مخالفت میں اندھے ہو کر سب سے پہلے جس کتاب کے سُننے پر پابندی لگانے کی ہر ممکن کوشش کی وہ یہی قرآن کریم ہی تھا جس کو سننے والا غایت درجہ متاثر ہوئے بنا نہیں رہتا۔ چنانچہ منکرین کے اس منصوبے کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے :-

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔

(حٰمٓ السجدہ ، آیت ۲۶)

منکروں نے قرآن کریم کی تاثیراتِ عظیمہ کو غیر مؤثر بنانے کے لئے اپنے ہمخیالوں کو کہا کہ تم اس قرآن کو سنو ہی نہ۔ جب بھی اُس کی تلاوت ہو رہی ہو تو تم شور مچانے لگ جایا کرو۔ اس طرح نہ کوئی قرآن کریم کو سُنے گا نہ اُس پر اثر ہوگا۔ یہی واحد ذریعہ ہے مُسلمانوں پر غالب آجانے کا۔

مگر خدا کے فیصلوں کو روکنے والا کون ہے؟ جب خدائی فیصلہ ہی یہ تھا کہ قرآن کریم کے نزول کے بعد اب اسی عظیم الشان کتاب کے ذریعہ ماننے والوں کو اُونچا کیا جائیگا اور اس سے رُوگردانی کرنے والوں کو نیچا کر دیا جائے گا تو کون ہے جو خُدا کے فیصلوں کو روک سکے؟ اسی کے مطابق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَرْفَعُ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ اٰخَرِيْنَ۔ یعنی خُدائی تقدیر کچھ اس طرح ظاہر ہونے والی ہے کہ اس قرآن کریم کے ذریعہ بعض اقوام کو (جو اس کی آواز پر لبیک کہیں گے) دُنیا میں بلند و بالا کیا جائے گا اور جو اس سے دُور رہیں گے اُن کو دُنیا کی نظروں سے گرا دیا جائے گا۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں دعوتِ حق کے مؤثر ترین ذریعہ کی اشاعت اور اس کے فروغ کو پہلا نمبر دیا۔ اور قرآن کریم کو ضبطِ تحریر میں لا کر تاقیامت سارے عالمِ اسلام پر احسانِ عظیم فرما دیا۔

(ii) اسی سلسلہ میں دُوسرے نمبر پر آپؐ نے ذاتی توجہ اور خُدائی حکم کے تحت قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ہی ساتھ قرآن کریم کے حفاظ تیار کرنے کے منصوبے کو بھی رُوبعمل لانا شروع کر دیا۔ دُوسرے لفظوں میں یُوں کہیئے کہ واقفین زندگی، مبلغین و مبشرین کی یہ جماعت آغازِ اسلام ہی سے تیار ہونے لگی۔ ہر حافظِ قرآن کے سینے میں اسلامی تعلیم کے خزانے اس طور پر محفوظ ہونے شروع ہو گئے کہ کبھی بھی زمانہ کے کسی طرح کے انقلابات اسلام کی اس مستند کتاب کو نہ معدوم کر سکتے ہیں نہ ہی اس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل اور تحریف ممکن ہے۔ آج بھی جو کوئی مبلغ اسلام بن کر دعوت اِلی اللہ کی خدمت بجالانے کے لئے میدان میں آنا چاہتا ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ اسی سرچشمۂ علم و حکمت سے فیضیاب ہو اور اسی کارگر ہتھیار سے لیس ہو کر دُنیا کے دِلوں کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ الغرض قرآن کریم کو حفظ کرنے کا سلسلہ جاری کرنا سیرت نبویؐ کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جو اپنی مثال آپ ہے —!!

(iii) قرآن کریم کے بعد خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تقاریر۔ خطبات اور وعظ و نصائح کے کلماتِ طیبہ دعوت الی اللہ کے لئے ایک بہت بڑا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ خدا تعالےٰ نے مجھے تمام عربوں میں بڑھ کر فصیح اللسان بنایا ہے۔ اسی طرح فرمایا اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا اندازِ کلام معجزانہ طور پر عطا کیا گیا ہے کہ کم سے کم الفاظ میں وسیع مضامین اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ سیرتِ طیبہ کا یہ پہلو بھی اپنے اندر ایک سمندر لئے ہوئے ہے۔ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت سے جس طور پر استفادہ کیا، دُنیا کے کسی دُوسرے نبی کی اُمت میں اس کی نظیر تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے۔ صحابہ کرامؓ غایت درجہ محبت، دلی خلوص اور پُورے انہماک کے ساتھ حضورؐ کی ہر گفتگو کو سُنتے۔ حضورؐ کے بیان فرمودہ ارشادات کو لفظ بلفظ یاد رکھنے کی کوشش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلامی دُنیا کے پاس احادیث کا ایک بہت بڑا قیمتی ذخیرہ موجود ہے جو دعوت اِلی اللہ کے لئے دُوسرے درجہ کا نہایت کامیاب ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اور اسلام کے سبھی فرقے افادہ اور استفادہ کے سلسلہ میں اسی ماخذ کو کام میں لاتے رہے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ بھی اس کو بہت ہی زیادہ قدر و منزلت سے دیکھتی ہے اور اس سے بھرپور فائدہ اُٹھا رہی ہے۔

(iv) صرف یہی نہیں کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو جو سفر و حضر میں یا انفرادی و اجتماعی مواقع پر حضورؐ نے فرمائی بغور سُنا اور اُسے لفظ بلفظ یاد رکھنے کی کوشش کی بلکہ عُمر بھر اُن میں سے ہر ایک کی پُوری کوشش رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل بھی کرتے رہیں کہ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ یاد رکھو جو کوئی میری مجلس میں میری باتیں سُن رہا ہے وہ اُس تک میری باتوں کو پہنچا دے جو موجود نہیں تھا۔ اس تعمیل کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف یہ کہ اس زمانے کے مسلمانوں کو حضورؐ کی باتوں کا برابر علم ہوتا رہا بلکہ یہ سلسلہ نسلًا بعد نسلٍ آگے چلتا چلا گیا۔ اس طرح دُوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیرتِ طیبہ سے ہمیں یہ راہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے کہ دعوت اِلی اللہ کے سلسلہ میں ارشاد و اصلاح کی باتیں نسلًا بعد نسلٍ بھی چلاتے چلے جانا چاہیئے۔ یہ ایک ایسا شاندار ذریعۂ تبلیغ و دعوت ہے جس سے ہر زمانہ کے داعیانِ اسلام برابر کا استفادہ کرتے رہے۔ اور تاقیامت کرتے رہیں گے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دُوسرے سیپارے کے آغاز ہی میں قرآن کریم فرماتا ہے :-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (بقرہ ، آیت ۱۴۴)

یہی وجہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو اُمتِ وسط بنایا جس کی عملی صُورت یہ ہے کہ تم دوسرے لوگوں کے نگران اور معلم بنے رہو۔ جس طرح کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خود تمہارے نگران اور معلّم ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ نسلًا بعد نسلٍ بغیر وقفہ کے آگے چلتا چلا جائے گا۔

(v) دعوت اِلی اللہ کے منصُوبے کو تحریری طور پر جاری کرنے کا اوّلین سہرہ بھی ہادیٔ کامل پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر بندھتا ہے۔ جبکہ ایک طرف بحکم الٰہی حضورؐ نے قرآن کریم کو صحیفہ کی شکل میں اپنی ذاتی نگرانی میں ضبطِ تحریر میں لانے کا اہتمام فرمایا۔ تو دوسری طرف صُلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پانے کے بعد جیسے ہی آپؐ کو عربوں کی طرف سے آئے دن کے

جارحانہ حملوں سے ایک گونہ سکون ملا تو آپؐ نے عرب کے اردگرد کے بادشاہوں اور سربراہانِ مملکت کو تبلیغی خطوط لکھے۔ جن میں بڑے ہی مؤثر پیرایے میں اُنہیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ شاہِ روم ہرقل۔ شاہِ ایران کسریٰ۔ اور شاہ مقوقس وغیرہم کو جو خطوط رقم فرماتے اُن کے اختتام پر اپنے اسم گرامی خدا داد محمد رسول اللہ پر مشتمل مُہر بھی تصدیق کے طور پر ثبت فرمائی۔ ان خطوط میں سے معجزانہ طور پر متعدد خطوط اب بھی موجود ہیں۔ تحریری دعوت و تبلیغ کا یہ کارگر نسخہ آج کے اشاعتی دور میں پہلے سے بڑھ کر نافع الناس ہے۔ چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے وقت کے اسی تقاضے کو دیکھتے ہوئے تالیف و تصنیف اور اشاعت کے کام کی طرف ذاتی توجہ فرمائی۔ ضرورتِ زمانہ کے مطابق علم کلام کا ایسا خزانہ جماعت کو عطا کیا جس سے دعوتِ اسلام اور تبلیغِ حق میں رہتی دنیا تک اُصولی رہنمائی حاصل کی جاتی رہے گی۔ آپؑ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہوئے آپؑ کے خلفاء عظام نے بھی بالخصوص حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو بیش بہا خزینوں سے مالا مال کر دیا۔ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ۔

(۶) دعوت اِلی اللہ کا چھٹا ذریعہ اور کارگر وسیلہ وہ ہے جسے ہم غیر معمولی تائیدِ غیبی کہہ سکتے ہیں۔ مراد یہ کہ مخلوقِ خدا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خود بخود کھچے چلے آنا ہے۔ اس شاندار دعوتی وسیلہ کا بطور اصل الاصول علم ہمیں قرآن کریم کی حسبِ ذیل آیت سے ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْہُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِھِمْ مُّنْذِرِیْنَ ۔ (احقاف: ۲۹)

اُس واقعہ کو یاد کرو کہ جب ہم اپنی خاص تقدیر کے تحت تیرے پاس عامۃ الناس سے پوشیدہ رہنے والے خصوصی لوگوں کے ایک گروہ کو چلا کے لے آئے۔ وہ بڑی توجہ کے ساتھ تیری زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سُنتے رہے۔ جب وہ آئے تھے تو انہوں نے دلچسپی کے انداز میں ایک دُوسرے سے کہا کہ خاموش رہو اور سُنو۔ جب آپ کی تلاوت ہو چکی تو وہ اپنے لوگوں کے پاس اُنہیں انذار کرتے ہوئے لوٹے۔

سیرتِ طیبہ کے اِس تابناک پہلو کی ایک شاندار جھلک ہمیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اس الہام میں ملتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:-

یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ ۔

کہ دعوت اِلی اللہ کے سلسلہ میں اَے ہمارے محبوب امام مہدی! تیری مدد اور نصرت کو وُہ لوگ بھی میدان میں آتے رہیں گے جن کو ہم اپنی خاص وحی اور الہام کے ذریعہ تیری طرف متوجہ کرتے چلے جائیں گے۔ جماعتِ احمدیہ کی تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ جماعت کے ہزاروں ہزار افراد ایسے بھی ہیں جن کو احمدیت یعنی حقیقی اِسلام کی طرف محض اس تحریک کے ذریعہ توجہ ہوئی جو سچّی خوابوں، رُؤیا و کشوف کے ذریعہ باری تعالیٰ کی طرف سے اُنہیں دکھائے گئے۔ دینِ اسلام چونکہ خدا کا بھیجا ہُوا دین ہے اِسی لئے اس کی اشاعت و تبلیغ اُسی کے فضل سے وسیع اور مقبول ہو سکتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

(۷) دعوت اِلی اللہ کا ساتواں شاندار ذریعہ جو سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ملتا ہے وہ پنج وقتہ فرض نمازوں کے لئے اذان دیئے جانے کا ہے۔ اذان کیا ہے؟ نہایت درجہ جامع اور مختصر الفاظ میں اسلامی تعلیم کا خُلاصہ اور اُس کا بلند آواز سے روزانہ اعلان!! دعوت اِلی اللہ کا یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو عہدِ نبویؐ میں اذان کی سُنّت کے اِجراء کے وقت سے ہی مستقل بُنیادوں پر ایسا استوار کر دیا گیا کہ تاقیامت جہاں جہاں بھی مسلمان نماز کے لئے اذان دیتے رہیں گے، یہ ذریعہ کارآمد ثابت ہوتا رہے گا۔ دعوت اِلی اللہ کے سلسلہ میں اذان ایسا شاندار اور مؤثر ذریعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات میں بھی اس کو نہ صرف خود جاری رکھا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ پر جانے والی سبھی اسلامی افواج اور سرایا کو تاکیدی حکم دیا کہ جب بھی تم لوگوں کو دُشمن کے مقابل پر صف آرا ہونا پڑے تو کبھی بھی اُن پر اچانک حملہ نہ کرنا بلکہ لازم ہے کہ عملی جنگ سے پہلے باآوازِ بلند اذان کہو۔ بہت ممکن ہے مخالفین میں سے اللہ تعالیٰ کسی کے دِل کی گرہ کھول دے اور وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کیلئے تیار ہو جائے۔

دعوت اِلی اللہ کے سلسلہ میں اسلامی پنج وقتہ اذان بھی ایسا کارگر اور پیارا ذریعہ ہے کہ بحدیثِ نعمت کے طور پر زمانہ درویشی میں اس کی غیر معمولی افادیت کا کرشمہ ہم ساکنین محلہ احمدیہ نے بچشمِ خود مشاہدہ کیا۔ مسجد اقصیٰ میں موجود منارۃ المسیح سے پنج وقتہ نمازوں کے لئے بلا ناغہ اذانیں دی جاتی رہیں۔ اس سے قادیان میں نو آباد غیر مسلموں کو محلہ احمدیہ میں مسلمانوں کی موجودگی کا علم ہوتا رہا۔ اس کا ایک اثر یہ بھی ظاہر ہُوا کہ شروع زمانہ درویشی سے لے کر اب تک ہزاروں ہزار کی تعداد میں غیر مُسلم دوست محلہ احمدیہ میں مقاماتِ مقدسہ کی زیارت میں آتے رہتے ہیں۔ اور دفتر زیارت میں بیٹھ کر خاص توجہ اور انہماک کے ساتھ ڈیوٹی پر مامور درویشان سے اسلام و احمدیت کی باتیں سُنتے ہیں۔

—:(۵):—

دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں سیرتِ نبویؐ سے یہ بھی ایک شاندار اُسوۂ حسنہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عقائد و نظریات کی پہلے نمبر پر علیٰ وجہ البصیرت جانکاری اور پھر اس پر کامل یقین اور ایسا محکم ایمان ہو جو دُوسروں پر اثر کئے بنا نہ رہ سکے۔ اس کے لئے ہمیں سورۃ یوسف کی حسبِ ذیل آیت پر غور کرنا ہوگا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو ارشاد فرمایا ہے:-

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ (یوسف: ۱۰۸)

اَے ہمارے محبوب! تو ساری دُنیا کو یہ سُنا دے کہ یہ ہے میری راہ جس پر علیٰ وجہ البصیرت قائم رہتے ہوئے میں خود بھی اور میرے تمام متبعین بھی دنیا والوں کو دعوت دیتے ہیں (آؤ! اِس سیدھی راہ کو اختیار کرو)

علیٰ وجہ البصیرت کا مطلب عام فہم الفاظ میں یہی ہے کہ ہر شخص جو اسلام کا دامن تھامتے ہُوئے داعی الی اللہ بننا چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے وہ خود دینِ اسلام کی تعلیم سے جانکاری حاصل کرے اور اس کے بتائے ہوئے عقائد و نظریات پر ایسا کامل یقین اور پختہ ایمان رکھے کہ کسی موقعہ پر نہ تو مخالفین کے سامنے محض لاعلمی کے سبب اُسے زک اُٹھانی پڑے اور نہ ہی کسی طرح کا ابتلا اور امتحان اُس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کر سکے۔

—:(۶):—

اب ہم مضمون کے تتمہ کے طور پر سیرتِ نبویؐ سے اخذ کردہ ایک اور اہم بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ دعوت اِلی اللہ کوئی معمولی حیثیت کا کام نہیں بلکہ اس کی بجا آوری نہایت درجہ شرف اور عزت کا کام ہے جس پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ یہ انبیاء کا کام ہے۔ جو اُن کی ساری زندگی کا تمام تر مشغلہ اور محور رہا ہے۔ اور اسلام کی توسیع و اشاعت کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی کا رنگ رکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں قارئین کرام کو سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی حسبِ ذیل آیت پر نہایت درجہ توجہ اور گہرائی سے غور کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (حٰمٓ السجدہ: ۳۴)

جو کوئی مخلوقِ خُدا کو دعوت الی اللہ کے کام پر لگ جاتا ہے۔ دعوت و تبلیغِ حق کے سلسلہ میں جو بھی تبلیغی باتیں وہ اپنے زیر تبلیغ افراد سے کیا کرتا ہے وہ خُدا کے حضور بہترین گفتگو قرار پاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ دعوت و تبلیغ کے مشن کے ساتھ ہی ساتھ نیک اچھا عملی نمونہ بھی رکھتا ہو۔ اور زبانِ قال کے ساتھ زبانِ حال سے بھی یہی کہہ رہا ہو کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں —!!

اس آیت کے بعد اگلی دونوں آیات میں اس مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، داعی الی اللہ بن کر جو بھی اللہ ہدایات اور نصائح کو پلّے باندھتا اور اس راہ میں صبر و ثبات دکھاتا ہے وہ خُدا کی نگاہ میں بہت بڑے نصیبے والا ہے۔ پس کون ہے جو خوش نصیب بن جانا پسند نہ کرے گا۔ اس لئے بھائیو! بمطابق بیانِ قرآنی اس کامیاب ذریعہ داعی الی اللہ بن جانا ہے۔ اور اس کے لئے ان سب باتوں کو ہمہ وقت پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے جن کی تفصیل سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیات ۳۳ تا ۳۶ میں بیان ہوئی۔ خدا کرے کہ ہم سب ہی سُنّتِ نبویؐ کے تتبع میں ایسے خوش نصیب افراد بن جائیں جن کے بارہ میں ان آیات میں خوش نصیبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور تبلیغ دعوت کے باب میں ہماری حقیر مساعی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں درجہ قبولیت پاکر اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں۔ آمین اَللّٰھُمَّ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

خطابِ "خیرِ اُمم" ہے حضورؐ کا فیضان

کسے خبر کہ مشیت نے کیا دیا ہے مجھے — غمِ جہاں میں تڑپنا سکھا دیا ہے مجھے
مری وفاؤں کا کیسا صلہ دیا ہے مجھے — غلامِ ساقیٔ کوثر بنا دیا ہے مجھے
جو ناگوار تھا تلخابۂ حیات مجھے — وہ زہر شہد بنا کر پلا دیا ہے مجھے
خطابِ "خیرِ اُمم" ہے حضورؐ کا فیضان — یہ رُتبہ آپ نے خیر الوریٰ دیا ہے مجھے
سُنا کے آیتِ قرآں دکھا کے اپنا جمال — تجلیات کا مرکز بنا دیا ہے مجھے
غمِ حیات، غمِ دوستاں، غمِ دوراں — جو کچھ دیا ہے طبیب رواں نے دیا ہے مجھے
یہ حکم ہے کہ کوئی غم نہ ہو جو سینے میں — بس اپنے غم کا ہی اک آسرا دیا ہے مجھے

کہاں مصائبِ دوراں کہاں سلیم حقیر!
حضورؐ آپ نے یہ حوصلہ دیا ہے مجھے

○ سلیم شاہجہانپوری۔ نواب شاہ (سندھ) پاکستان

خُطبۂ حجۃ الوداع

امنِ عالم کا انقلابی منشور

از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر ربوہ

۹؍ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عظیم تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا اجتماع عظیم ہے۔ عشاقِ رسول مخاطب ہیں۔ تکبیر و تحمید کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ سرورِ کائنات (اپنی اونٹنی) قصواء پر سوار ہیں اور آپ کے اس خطابِ جلیل کو بعض اصحاب ریلے کر رہے ہیں تاکہ شمعِ رسالت کے تمام پروانوں تک آپ کا پیغام پہنچ سکے۔ یہ الوداعی خطاب اس لحاظ سے بہت ہی اہم اور تاریخی عظمت لئے ہوئے ہے کہ اس کا ایک جملہ یوں تھا:۔

"لوگو! میری بات سنو معلوم نہیں کہ میں اور تم پھر کبھی اس جگہ اکٹھے ہوں گے کہ نہیں۔"

جس میں شمع کے پروانوں سے فراق کا کنایہ بھی موجود تھا۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبہ اپنے مشمولات کے لحاظ سے جہاں فرزندانِ توحید کو باہمی اخوت، محبت اور یگانگت کی تلقین کرتا ہے تاکہ اُن میں سماجی اور اجتماعی استحکام پیدا ہو — وہاں اس خطبہ کی حیثیت ایک عالمی پیغام کی بھی ہے۔ بلکہ آئندہ رُونما ہونے والے واقعات و مشکلات کے تریاق کی بھی — یہ خطبہ منشورِ انسانیت ہے کہ اس میں انصاف کی تلقین ہے۔ رنگ و نسل اور علاقائی امتیازات کے خلاف اعلانِ جہاد ہے اور اس میں انسانیت کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے۔

اس خطبۂ عظیمہ میں یہ انتباہ بھی موجود ہے کہ اگر فرزندانِ توحید نے باہم کشت و خون کیا تو وہ جادۂ مستقیم سے بھٹک جائیں گے اور اُن کی شوکت و سطوت قصۂ پارینہ ہو کر رہ جائے گی۔

ملاحظہ فرمائیے اس خطبۂ عظیمہ کا آخری جملہ جس میں شوکت بھی ہے، درد بھی اور ایک عزیز کی سرانجام دہی کا بڑے ہی معنی خیز انداز میں اظہار بھی فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ

اے خدا گواہ رہنا کہ میں نے یہ پیغام پہنچا دیا۔

لاریب یہ خطاب بلاغتِ رسول کا عظیم شاہکار ہے اس میں ایجاز بھی ہے۔ اعجاز بھی اور اس کے ہر لفظ میں ایک مضمون ہے اور ہر مضمون تعمیری اور افادی ہے اور اسلوبِ بیان نہایت بلیغ اور مؤثر ترین۔ ذیل میں اس کا لفظی ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

خطبہ کا اُردو ترجمہ

— لوگو! مجھے سُن لو! میں تمہیں وضاحت کے ساتھ بتلا دوں کیوں کہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد اس مقام پر پھر تم سے کبھی ملوں گا — لوگو! ارشادِ ربانی ہے کہ

"اے لوگو! ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو مختلف شاخوں اور قبائل میں بانٹ دیا ہے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے۔ جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔"

— اس لئے نہ کوئی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر — نہ کالا سفید رنگ والے سے افضل ہے اور نہ گورا کالے سے۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے۔

— سارے انسان آدم کی اولاد سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ آئندہ برتری کے تمام دعاوی اور خون و مال کے جملہ مطالبات میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ ہاں بیت اللہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت حسبِ معمول باقی رہیں گی۔ اے جماعتِ قریش! تم خدا تعالیٰ کے حضور اس طرح مت آؤ کہ تمہاری گردنوں پہ دُنیا کا بوجھ ہو اور دوسرے لوگ آخرت کا توشہ لے کر حاضر ہوں۔ یاد رکھو! اس صورت میں خدا کے حضور میں تم کو کچھ فائدہ نہ دے سکوں گا۔

— اے قبیلۂ قریش! خدا نے تمہاری نخوت کو جس کا تعلق زمانۂ جاہلیت سے ہے ختم کر دیا ہے۔ آباؤ اجداد کی عظمت پر فخر کرنے کی — اب کوئی گنجائش نہیں۔ لوگو! تمہارے خون اور مال اور عزتیں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے پر کلیۃً حرام کر دی گئی ہیں۔

ان اُمور کی عظمت ایسی ہے جیسی اس دن کی اور اس مہینہ (ذی الحجہ) کی اس شہر (مکّہ) میں ہے۔ تم سب کو خدا سے ملنا ہے۔ وہ تم سے تمہارے کاموں کے متعلق پوچھے گا۔

— خبردار! میرے بعد گمراہی کی طرف نہ لوٹ جانا۔ مبادا ایک دوسرے سے باہم اُلجھ پڑو اور کشت و خون تک نوبت پہنچ جائے۔ اگر کسی کے پاس کوئی امانت رکھی جائے۔ تو اُسے چاہیئے کہ وہ امانت رکھوانے والے کو پہنچا دے۔

— لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھنا ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اُنہیں اپنے جیسا ہی لباس پہناؤ۔

— میں زمانہ جاہلیت کے معاشرہ کو ختم کرتا ہوں۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام خون اب کالعدم ہیں۔ پہلا خون جس کے انتقام کو میں کالعدم کرتا ہوں۔ ربیعہ بن حارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون ہے۔ جس کو بنو ہذیل نے قتل کیا تھا — زمانۂ جاہلیت کے سُودی کاروبار کو ختم کرتا ہوں اور پہلا سُود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سُود ہے۔ جو اب کلیۃً کالعدم ہے۔

— لوگو! خدا نے ہر حق دار کا حق عطا کر دیا ہے۔ آئندہ کسی وارث کے لئے وصیّت نہیں ہے۔ بچہ اُس کی طرف منسوب ہوگا۔ جس کے بستر پر اُس کی پیدائش ہوگی اور زانی کے لئے پتھر ہے اور ان کا حساب خدا کے ہاں ہوگا۔

— جو کوئی اپنا نسب بدلے یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور کو آقا ظاہر کرے اُس پر خدا کی لعنت۔

— قرض کی ادائیگی واجب ہے۔ عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کی جائے۔ ہدیہ کا بدلہ دینا چاہیئے اور ضامن تاوان ادا کرے کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے۔ سوائے اس کے جس پر اُس کا بھائی راضی ہو اور وہ خوشی خوشی دے۔ اپنے نفسوں پر اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

بیوی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مال اُس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

— اے لوگو! تم پر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح اُن پر تمہارے حقوق واجب ہیں۔ خواتین پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ کوئی خیانت نہ کریں۔ کوئی کھلی بے حیائی کا کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو اجازت ہے کہ اُن سے قطع کرلو۔ اور اُن کو معمولی جسمانی سزا دو اور اگر وہ ان اُمور سے باز آجائیں۔ (اصلاح کرلیں) تو معمول کے مطابق اُن کا نان و نفقہ اور لباس تم پر فرض ہے۔ خواتین سے اچھا سلوک کرو۔ کیوں کہ وہ تمہارے ماتحت ہیں اور وہ اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کر سکتیں۔ اُن کے متعلق خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کیونکہ تم نے اُنہیں خدا کے نام پر لیا اور وہ تمہارے لئے اسی نام پر حلال ہوئیں۔ لوگو! میری بات سمجھ لو۔ میں نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا۔

— میں نے تم میں ایک ایسی اہم چیز چھوڑی ہے۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے — وہ (اہم چیز) خدا کی کتاب اور اس امر کا خیال رکھنا کہ دین کے معاملہ میں غلو سے بچنا۔ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

اب شیطان اس امر سے مایوس ہو گیا ہے کہ اب اُس کی اس سرزمین میں عبادت کی جائے گی۔ لیکن اس بات کا امکان ہے کہ ایسے اُمور میں جن کو تم معمولی سمجھتے ہو۔ اُس کی اطاعت کر لی جائے۔ اور وہ اس پر راضی ہو جائے۔ اس لئے تم اپنے دین کے سہارے پر ان اُمور سے بچتے رہو۔

— لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور پنجوقتہ نماز ادا کرتے رہو اور مہینہ بھر کے روزے رکھو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشی سے ادا کرتے رہو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو اور اپنے حکام کی اطاعت کرو۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(باقی ملاحظہ کیجئے صفحہ پر)

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک انسان کامل

از مکرم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی ایڈیشنل ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

انبیائے کرام اس دنیا میں آکر انسان کا رشتہ اللہ تعالےٰ سے قائم کرتے ہیں۔ پہلے وہ خود اس برتر و اعلیٰ ہستی سے اپنا تعلق قائم کرتے ہیں۔ اور پھر وہ اس وجود کو دنیا میں پیش کرتے ہیں۔ اور علیٰ وجہ البصیرت یہ بتاتے ہیں کہ یہ کائنات عالم خود بخود نہیں چل رہی ہے۔ بلکہ اس ساری کائنات کو چلانے والی ایک عظیم ہستی ہے۔ اس عظیم ہستی کو مختلف زبانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے جیسے اللہ۔ خدا۔ گاڈ۔ پرمیشور۔ پرماتما۔ واہے گورو۔ اور یا ہُو وغیرہ۔ انبیاء علیہم السلام بتاتے ہیں کہ اس عظیم اور پاک ہستی کے ساتھ ہمارا تعلق ہے۔ ہم نے اپنی ادھیاتمک اور روحانی آنکھوں سے اس وجود کو دیکھا ہے۔ وہ ہم سے کلام کرتا ہے اور آئندہ ہونے والی بہت سی باتوں کو ہم پر ظاہر کرتا ہے۔ گویا رسالت ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالےٰ کے بارے میں حق الیقین کے مرتبہ تک جاتی ہے۔ آج کے اس سائنسی دور میں بڑے بڑے سائنسدان اس کارخانہ کائنات کی پرحکمت ترتیب اور اس کے نظام کو دیکھ کر یہ پکار اُٹھے ہیں کہ ایسی پرحکمت اور ترتیب و نظام سے چلنے والی کائنات بغیر کسی صاحبِ عقل اور قدرت کامل رکھنے والے وجود کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی لیکن ان کا یہ ایمان صرف عقلی ایمان کہلا سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی وجود ایسا ہونا چاہیئے جو اس کارخانہ کائنات کو اپنی حکمتوں سے چلا رہا ہے مگر اتنا ثابت ہونے سے نہ تو انسان حق الیقین کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی انسان کو ارتقائے حیات میں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایک بالا ہستی کا وجود ہے تو لازماً انسان اس وجود کو جاننا چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی اپنی حقیقی پہچان کے لئے رسالت کا ذریعہ اختیار کیا۔ اور مختلف علاقوں۔ ملکوں اور قوموں میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا۔ جب تک انسان طفولیت کی منازل طے کرتا رہا۔ اللہ تعالےٰ مختص المقام اور مختص الزمان انبیاء ارسال فرماتا رہا۔

انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

اور جب انسانیت بتدریج تعقل کی منازل طے کرتی ہوئی ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی جب تمام انسان ایک دوسرے سے واقف اور آشنا ہونے والے تھے گویا اللہ تعالےٰ کے علم میں وہ وقت قریب آیا کہ بنی نوع انسان ایک قوم بننے والے تھے تو اللہ تعالےٰ نے اپنی کمال رحمت اور حکمت سے ایک انسان کامل یعنی سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس انسان کامل پر ایک طرف اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کا اکمال فرمایا یعنی وہ تعلیمات جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر حسب حال مختلف رنگوں میں نازل ہو چکی تھیں وہ بھی اور مزید ضروری تعلیمات بھی مکمل رنگ میں آپ کو دی گئیں۔ جیسا کہ فرمایا:-

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" (المائدۃ ع)

ترجمہ:- آج میں نے تمہارے فائدے کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا ہے۔ اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خُلق عظیم کے مالک اور اُسوۂ حسنہ ہیں

اور دوسری طرف اس انسان کامل کے متعلق فرمایا۔

"انک لعلیٰ خلق عظیم"

یعنی تمام وہ اخلاق جو انسانی زندگی کے ارتقاء کے لئے ضروری ہیں وہ سب آپ کو عطا کئے۔ اور انسان کامل ہونے کے لحاظ سے اخلاق عالیہ میں آپ کو لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

"بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"

یعنی میری بعثت کی غرض یہ ہے کہ دنیا کو اخلاق کا درس دوں اور بزرگ و برتر و اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے خلق عظیم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ بہت بڑے خلق کے مالک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلق عظیم کی تشریح میں فرماتے ہیں:-

"عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ تو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے تجھے زیادہ معطر کیا ہے۔"

(براہین احمدیہ ۲ صفحہ ۱۹۸ حاشیہ در حاشیہ)

کامل انسان ہی کامل نمونہ بن سکتا ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ کوئی شخص تمام بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود کامل نہ ہو اور اس کے لئے دو باتوں کا اس میں پایا جانا بہت ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ اس کی زندگی کے تمام حالات اس کی سیرت اس کے اخلاق اس کا ہر عمل تفصیلی طور پر دنیا کے سامنے ہو۔ اور اس کی زندگی کا کوئی حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل نہ ہو۔

دوئم۔ اس کی زندگی ایسے دوروں میں سے گذری ہو کہ وہ زندگی کے ہر پہلو کے لحاظ سے دنیا کے لئے نمونہ بننے کا حقدار ہو۔ اگر کسی شخص نے غربت کا مزہ نہیں چکھا تو وہ غرباء کے لئے کس طرح نمونہ بن سکتا ہے۔ اور اگر کسی شخص کو دولت نہیں ملی تو وہ امیروں کے لئے اور دولت مندوں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ ایک شخص نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تو وہ جنگ کے بارہ میں کیا ہدایت دے سکتا ہے۔ اور کیا نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اگر کسی کو حکومت نہیں ملی تو اس کی زندگی حاکموں کے لئے مثالی زندگی قرار نہیں دی جا سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ دونوں باتیں صرف اور صرف سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے وجود میں ہی کامل طور پر پائی جاتی ہیں۔ تمام انبیاء میں سے صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے جن کی زندگی کا ہر فعل اور ہر واقعہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ اور دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور آپ ہی وہ انسان ہیں کہ آپ ہر قسم کے دور میں سے گذرے اور ہر قسم کا زمانہ دیکھا۔ آرام کا بھی۔ تکلیف کا بھی۔ تکلیفوں اور تنگیوں کے دور سے آپ گذرے۔ اقتدار و حکومت اور جاہ و حشمت بھی آپ کو ملی دعویٰ نبوت سے پہلے کی زندگی بھی آپ کی نہایت ہی پاک اور مطہر تھی یہاں تک کہ شدید سے شدید دشمن بھی آپ پر کوئی الزام نہ لگا سکا۔ آپ یتیم پیدا ہوئے۔ لیکن اس دُرِّ یتیم نے بچپن کا زمانہ نہایت ہی شرافت سے گذارا۔ یہاں تک کہ گھر میں اپنا کھانا بھی آپ مانگ کر نہیں لیتے تھے۔ آپ نے محنت اور مزدوری بھی کی۔ [illegible]

سے کمائے ہوئے تھوڑے سے پیسوں سے اپنی گذر بسر کی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں چند قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آپ نے تجارت بھی کی جس میں آپ کی دیانت داری۔ وعدہ کی پابندی۔ معاملہ کی صفائی کو دیکھ کر ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو شادی کا پیغام دیا۔ آپ کا اردگرد کا ماحول انتہائی گندہ تھا۔ بت پرستی۔ شراب نوشی۔ قمار بازی اور طرح طرح کی بدکاریوں میں اس زمانہ کے لوگ مبتلا تھے۔ مگر آپ کی زندگی اس ماحول میں بھی ہر قسم کے عیب سے پاک تھی۔ یہاں تک کہ اپنی قوم سے آپ نے صادق اور امین کا خطاب پایا۔ آپ نے ۲۵ سال تک شادی سے پہلے کی زندگی نہایت ہی پاکیزگی سے گزاری۔ اور پہلی شادی بھی کی تو ایک چالیس سالہ بیوہ عورت سے۔ اہل وعیال کے ساتھ سلوک کرنے میں آپ نے بے نظیر نمونہ قائم کیا۔ دعویٰ نبوت کرتے ہی آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔ تیرہ سال کا لمبا عرصہ آپ نے تکالیف میں گذارا۔ آپ نے صبر واستقامت کا ایک ایسا نمونہ قائم کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ حالات جب زیادہ خراب ہو گئے اور اللہ کی اجازت سے آپ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے تو دشمن نے وہاں بھی آپ کا تعاقب کیا اور آپ کے خلاف سارے عرب میں مخالفت کی آگ پھیلا دی۔ اس وقت باذن الٰہی آپ کو اپنے دفاع کے لئے اور اسلام کی حفاظت کے لئے تلوار اُٹھانی پڑی۔ اور باوجود قلیل تعداد ہونے کے اور سامان و ذرائع کی قلت کے باوجود جنگوں میں دشمنوں کو شکست فاش دی۔

جنگ اور صلح کے لئے ایسے قوانین اور ہدایات جاری کیں۔ جو آج بھی مہذب اور تعلیم یافتہ قوموں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ ہم نے خوب دیکھا ہے کہ مغربی اقوام اپنے معاہدات کی پابندی سے منکر ہو جاتی ہیں جنگ عظیم ثانی میں برٹش حکومت نے اسلامی حکومتوں سے اور بالخصوص فلسطینی مسلمانوں سے جو وعدے کئے تھے اس سے منکر ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان وعدوں کو نہ صرف بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ بلکہ چوری کر کے فائلوں سے غائب کر دیا گیا۔ سر این فلسطین میں مسلمانوں سے جو

معاہدہ کیا گیا اس کے بالکل برخلاف اسرائیل کا ناسور جبراً ارض فلسطین میں پیدا کیا گیا۔ فلسطین کے ۹۰ فیصد مسلمان برٹش حکومت کی عہد شکنی کی وجہ سے تکلیفوں میں مبتلا ہوئے۔ وطن سے بے وطن ہوئے اور جو ۹۰ فیصد تھے وہ ۵ فیصد بھی نہ رہے اور جو پانچ فیصد تھے وہ آج ۹۵ فیصد بن کر حکومت کر رہے ہیں۔

یو۔ این او میں کئی وعدے اور معاہدے کئے جاتے ہیں جو صرف اور صرف کاغذ کی زینت بن کر رہ جاتے ہیں لیکن ہزاروں ہزار درود وسلام ہوں اس محسن انسانیت پر جو دنیا میں اخلاق کا درس دینے آیا۔ اس نے اپنے عمل سے بتایا کہ اللہ کے نبی وعدے اور معاملات کر کے ان سے پھرا نہیں کرتے۔ آپ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ قریش مکہ سے کیا۔ جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ مسلمانوں میں سے جو اسلام سے مرتد ہو گیا اسے مسلمان اپنے پاس نہیں رکھیں گے بلکہ واپس بھیج دیں گے مگر قریش میں سے اگر کوئی اسلام لائے گا تو اسے مدینہ نہیں بھیجا جائے گا۔ ابھی اس معاہدہ کی سیاہی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا امتحان ہو گیا۔ سہیل جو مکہ والوں کی طرف سے معاہدہ کر رہا تھا اس کا بیٹا ابو جندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آگرا۔ اور بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھے ساتھ لے چلئے کیونکہ یہ لوگ مجھ پر اسلام لانے کی وجہ سے بے حد ظلم کرتے ہیں۔ اس کی حالت دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ میانوں سے تلواریں بھی باہر نکل آئیں۔ مگر کیا شان تھی اس کامل انسان صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی جس کی زندگی ساری دنیا کے لئے نمونہ تھی۔ آپ نے فرمایا ابو جندل صبر کرو۔ خدا کے نبی وعدہ کر کے توڑا نہیں کرتے۔

بادشاہ اور فاتح ہونے پر آپ کا بے نظیر نمونہ

مدینہ میں قیام کرنے کے آٹھویں سال میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ سید نا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد آپ کی حیثیت ایک بادشاہ کی تھی۔ جانتے ہو کہ آپ نے ان لوگوں سے جنہوں نے تیرہ سال تک آپ کو ستایا۔ دکھ دیا۔ تکلیفوں میں مبتلا کیا تھا کیا سلوک کیا۔ آپ نے مکہ والوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا آپ کریم اور معزز ہیں۔ کریم اور معزز شخص کے بیٹے ہیں۔ آپ سے ہمیں کریمانہ سلوک کی توقع ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا اذھبوا انتم الطلقاء۔ جاؤ تم آزاد ہو تم پر کسی قسم کی سرزنش نہیں ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

آپ کا یہ نمونہ جو بادشاہوں۔ حاکموں اور فاتحین کے لئے آپ نے دکھایا سنہری حروف سے تاریخ میں لکھا ہوا ہے۔ آج ہمارے اس دور میں ہی بڑے بڑے انقلاب آئے ہیں۔ دو عالمگیر جنگیں ہمارے سامنے ہوئی ہیں۔ کیا فاتحین نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ جیسا نمونہ دکھایا۔ اسلامی حکومتوں میں انقلاب آئے ہیں ابھی ایران میں خمینی کا انقلاب ہوا۔ کیا حضور کے اس نمونے کو سامنے رکھا گیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ ہزاروں لوگ گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

آپ نے بادشاہ ہونے پر بھی انتہائی سادہ زندگی گذاری۔ کوئی شان و شوکت کا سامان نہیں۔ بلکہ سارے کے سارے اموال غرباء۔ یتامیٰ۔ بیوؤں اور ناداروں کی بہبود کے لئے خرچ کر دیئے۔

خلاصہ یہ کہ اس کامل انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے۔ بچوں کے لئے بھی۔ جوانوں کے لئے بھی۔ مردوں کے لئے بھی عورتوں کے لئے بھی۔ امیروں کے لئے بھی غریبوں کے لئے بھی۔ بادشاہوں کے لئے بھی۔ رعایا کے لئے بھی۔ تاجروں اور کاروباری لوگوں کے لئے بھی۔ اُستادوں کے لئے بھی طالب علموں کے لئے بھی۔ جرنیلوں کے لئے بھی۔ غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں آپ کو اعلیٰ اخلاق دکھانے کا موقع ملا۔ اور ایسا نمونہ دکھایا جو ساری دنیا کے لئے اور سب لوگوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

یا رب صل علیٰ نبیک دائما فی ھذہ الدنیا وبعث ثانی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ حجۃ الوداع بقیہ صفحہ ۱۸

سُن لو! مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہو گا۔ اور اب نہ والد کے بدلے میں بیٹا مجرم ہو گا اور نہ ہی بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

— سنو! جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ یہ اُمور اُن اشخاص کو پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے جس کو یہ پیغام پہنچایا جائے۔ وہ سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا ہو۔ تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا۔ تم جواب میں کیا کہو گے؟ — صحابہؓ نے جواب دیا کہ :—

ہم اس امر کی شہادت دیں گے۔ کہ آپ نے امانت ادا کر دی اور آپ نے پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی فرمائی۔

یہ جواب سُن کر آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے (اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تین مرتبہ فرمایا :—

خُدایا گواہ رہنا۔ خُدایا گواہ رہنا۔ خُدایا گواہ رہنا۔ (جمہرۃ الخطب)

کیا ہی پیارا شعر کہا ہے مصر کے مشہور شاعر "شوقی" نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلوب کے بارے میں ہے

وَاِذَا خَطَبْتَ فَلِلْمَنَابِرِ هِزَّةٌ
تَعْرُو النَّدِیَّ وَلِلْقُلُوْبِ بُکَاءٌ

یعنی جب آپ خطاب فرماتے تو منبر جھوم اُٹھتے اور مجلس پر لرزہ طاری ہو جاتا اور دل رونے لگتے +

ہے نام یا محمد خیر الانام تیرا — محبوبِ کبریا ہو تجھ ہو غلام تیرا
ہر آن دیجِ احمد سے کی تو نے لب کشائی — مُردے ہوں جس سے زندہ وہ ہے کلام تیرا
سب لعنتیں ہیں مضمر اک تیری پیروی میں — اللہ کس قدر ہے عالی مقام تیرا

(محمد احمد صاحب وکیل کپور تھلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

آج کل جماعتِ احمدیہ کے خلاف پڑوسی مُلک پاکستان میں مخالفت اور ظلم و ستم کی جو شدید مُہم چلائی جا رہی ہے اور اسی کی پیروی میں ہندوستان میں بھی دارالعلوم دیوبند کی باسی کڑھی میں بھی اُبال آیا ہے، اس کا اہم نعرہ اور سب سے بڑا ہتھیار "تحفظِ ختمِ نبوت" ہے۔ اس اصطلاح کی آڑ میں سیاسی لیڈر اور اُن کے خریدے ہُوئے علماء جس رنگ میں کھلواڑ کر رہے ہیں وہ انتہائی تعجب انگیز، مضحکہ خیز اور تاریخِ اسلام کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ اس تحریک سے سادہ لوح مسلمانوں کے جذبات جماعتِ احمدیہ کے خلاف بھڑکا کر ملک میں پیدا شدہ بیشمار پیچیدہ سیاسی مسائل سے ان کی توجہ ہٹانا اور اپنے مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا اور ساتھ ہی سعودی عرب سے دولت سمیٹنا مقصود ہے۔ ورنہ اگر حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو در اصل "ختمِ نبوت" کے مسئلہ میں جماعتِ احمدیہ اور دُوسرے مُسلمانوں کے عقیدہ میں کچھ بھی فرق نہیں۔ بلکہ اگر فرق ہے تو صرف اُس شخصیت کے بارے میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آنے والی ہے۔ کیونکہ غیر احمدی مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے باوجود آپؐ کے بعد اسرائیلی مسیح یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ اسی جسم کے ساتھ آئیں گے۔ مگر احمدی مُسلمان قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنے والا مسیح اسی اُمت کا ایک فرد ہے اور وہ عین ضرورت کے وقت قادیان کی مقدس بستی میں آچکا۔ گویا ختمِ نبوت کے باوجود احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کسی غیر شرعی اُمتی نبی کی آمد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف تو صرف آنے والی شخصیت کے بارے میں ہے۔ اس کے باوجود اُن کا اپنے آپ کو محافظِ ختمِ نبوت اور احمدیوں کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دینا سراسر ظلم، ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی ہے۔

جماعتِ احمدیہ کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں بیان فرمایا "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ"۔ احمدیوں کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دینا صریح جھوٹ اور کھلا بہتان و افتراء ہے۔ کیونکہ جماعتِ احمدیہ ختمِ نبوت کے منکر کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے۔ جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے جامع مسجد دہلی میں اپنے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:—

"مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختمِ نبوت کا منکر ہو اُس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہُوں۔"

اسی طرح آپؑ نے فرمایا:—

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراءِ عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین اور جس معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔" (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

پس جماعتِ احمدیہ ہرگز ختمِ نبوت کی منکر نہیں بلکہ یہ اُلٹی گنگا تو علمائے سُوء کی طرف سے بہہ رہی ہے۔ کہ علمبرداری وہ "تحفظِ ختمِ نبوت" کی کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی حضرت عیسٰیؑ کے اُمتِ محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مبعوث ہونے کا اعتقاد رکھ کر ختمِ نبوت کو توڑ رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسٰیؑ اوّل تو ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق بنی اسرائیل کے نبی ہیں۔ دُوسرے وہ مستقل نبی ہیں نہ کہ اُمتی۔ اس صُورت میں اُن کے دوبارہ اُمتِ محمدیہ میں آنے سے یقیناً مُہرِ نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"مَیں بڑے یقین اور دعوٰی سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ اور وہ شخص جھُوٹا اور مفتری ہے جو آپؐ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپؐ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے۔ اور چشمۂ نبوت کو چھوڑتا ہے۔ مَیں کھول کر کہتا ہُوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے۔ اور آپؐ کی ختمِ نبوت کو توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس وہی مُہرِ نبوتِ محمدی نہ ہو۔ ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختمِ نبوت کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں۔ اور مَیں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور آپؐ کی ابدی نبوت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپؐ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود آپؐ کی اُمت میں وہی مُہرِ نبوت لے کر آتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ کفر ہے تو مَیں اس کفر کو عزیز رکھتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ جن کی عقلیں تاریک ہو گئی ہیں جن کو نورِ نبوت سے حصہ نہیں دیا گیا اس کو سمجھ نہیں سکتے اور اس کو کفر قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپؐ کی زندگی کا ثبوت ہوتا ہے۔"

(الحکم ۱۰ رجون ۱۹۰۵ء صلا)

شانِ ختمِ نبوت پر ایک تقابلی جائزہ

اس مختصر مضمون میں ہم صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ غیر احمدی مُسلمان، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا جس رنگ میں اعتقاد رکھتے ہیں اس سے آنحضرت صلعم کی کسرِ شان لازم آتی ہے، آپؐ کی ہتک ثابت ہوتی ہے۔ اور پھر ایسا عقیدہ غیرتِ اسلامی کے بھی سراسر منافی ہے۔ کیونکہ عام مُسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اِن معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو گیا ہے اور آیت کریمہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ: ۴) کے ماتحت اُمتِ محمدیہ کو بادشاہت، صالحیت، شہیدیت، صدیقیت اور ولایت سب کچھ مل سکتا ہے مگر نبوت کی نعمت اب نہیں مل سکتی۔ وہی نبوت جس کے متعلق حضرت مُوسیٰؑ اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا۔ (المائدہ: ۲۱) حضرت موسیٰؑ کی قوم کو تو نبوت مل سکتی تھی اور ملی۔ مگر افضل الانبیاء کی اُمت کے لئے اس نعمت کا دروازہ بند کیا گیا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اس لئے انتہائی ظلمت اور ضلالت کے زمانے میں اُمتِ محمدیہ بلکہ ساری دُنیا کی ظلمت و ضلالت رسولِ کریم صلعم کے نُورِ نبوت سے نہیں بلکہ حضرت عیسٰیؑ کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد اور اُن کے نُورِ نبوت سے دُور ہوگی۔ گویا خاتم النبیینؐ کے بعد بھی زمانے کی تاریکی اور گمراہی کو دُور کرنے کے لئے ایک مستقل اسرائیلی نبی کی ضرورت ہوگی۔ غلامانِ محمدؐ اور خیر اُمت کے افراد اس اعزاز سے محروم رہیں گے۔ بلکہ قیامت کے روز آقائے نامدار حضرت رسُولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن حضرت مسیحؑ کے احسان کے سامنے جھکی ہوئی ہوگی (نعوذ باللہ من ذالک) خدارا ذرا سوچئے کیا ختمِ نبوت کے اس مفہوم سے آنحضرت صلعم کی شان ثابت ہوتی ہے یا ہتک؟ خدا تعالیٰ نے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتم النبیین کا خطاب مدح اور تعریف و ستائش کے رنگ میں بیان فرمایا ہے نہ کہ آپ۔ لوگوں کے اعتقاد کے مطابق محض ذم کیلئے!؟

اس کا تو پھر یہ مفہوم ہُوا کہ نعوذ باللہ آپؐ نے آکر اُمتِ محمدیہ بلکہ ساری دُنیا کو ہر قسم کے رُوحانی فیوض سے محروم کر دیا۔ کیونکہ آپؐ سے پہلے خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ جاری تھا۔ نبوت کی نعمت سے بھی قومیں مالا مال ہو رہی تھیں۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ کا نزول ہو رہا تھا۔ مگر آپؐ کے ظہور کے بعد یہ سب نعمتیں ختم ہو گئیں تو پھر آپؐ کا وجود سرچشمۂ فیض کیسے ہُوا؟ اور جب آپؐ نے رُوحانی نعمتوں کے یہ سب دروازے بند کر دیئے تو اس میں آپؐ کی خُوبی، ستائش اور مدح کا پہلو کہاں رہا؟ اور پھر آپؐ کی اُمت خیرِ اُمت کہاں رہی جو ان سب برکات اور نعمتوں سے محروم ہے!؟ خصوصاً اس صُورت میں کہ مغضوب علیہم ہونے کے لحاظ سے مسلمانوں کو دیکھ کر یہود بھی شرماتیں۔ مگر اس اُمت کا کوئی فرد عیسٰیؑ کا مثیل بھی بن نہ سکے!؟

جماعتِ احمدیہ کا نظریہ

اس کے بالمقابل جماعتِ احمدیہ بھی آنحضرت صلعم کو دِل کی گہرائیوں سے خاتم النبیین تسلیم کرتی ہے جس کا مفہوم و معنی ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نبیوں کی مُہر ہیں۔ آپؐ کے اندر نبوت کے کمالاتِ تامہ جمع ہیں اور آپؐ کی ذات میں وہ اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں، اس لئے آپؐ کے بعد اب پہلے کی طرح براہِ راست نبوت پانے کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ اب ہر انعام کا حصُول آپؐ کی غُلامی اور اتباع کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ آپؐ کے مقامِ ختمِ نبوت کی وجہ سے خدائی انعامات کی نہر بند نہیں ہوتی بلکہ آپؐ کے مُبارک وجود میں سے نبوت کے آبشار پھُوٹتے ہیں۔ اگر آئندہ کوئی شخص نبی بن کر اصلاحِ خلق کے لئے کھڑا ہوگا تو وہ صرف اور صرف آپؐ ہی کے نُور سے منور ہو کر مبعُوث ہو سکتا ہے۔ آپؐ کا ظِل بن سکتا ہے۔ اس کے بغیر نبوت کی نعمت کسی کو نہیں مل سکتی۔ جس طرح اسلام کے ۱۴۰۰ برس کے زمانہ کی ظلمت ہمیشہ غُلامانِ محمدؐ کے ذریعہ دُور ہوتی رہی ہے اسی طرح اب بھی جبکہ انتہائی ظلمت کے زمانے میں مسیح کی ضرورت تھی تو خُدا نے غلامانِ محمدؐ ہی میں سے ایک غلام کو مسیحیت کا مقام عطا کیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دوبارہ آنے سے ختمِ نبوت کی مُہر ٹوٹتی ہے اور اس میں آنحضرت صلعم اور اسلام کی ہتک ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰیؑ نے نورِ نبوت خاتم النبیینؐ کی اطاعت سے نہیں بلکہ براہِ راست خُدا سے حاصل کیا ہے۔ ہاں خاتم النبیینؐ کی اطاعت و محبت میں فنا ہونے والا اُمتی، جو بناداتی نہیں بلکہ اپنے آقا و مُطاعؐ ہی سے نُورِ نبوت حاصل کر کے دُنیا میں آسکتا ہے۔ کیونکہ ایسا شخص کوئی نئی نبوت لے کر نہیں آتا بلکہ نبوتِ محمدیہ ہی اُس کے قلبِ صافی پر اپنا عکس ڈال کر دُنیا کو روشن کرتی ہے۔ اور اسی میں حضرت خاتم الانبیاءؐ کی شانِ خاتمیت کا ظہور اور کمال ہے۔ اور ایسی صُورت میں اُمتی مسیح کا اپنے آقا و مطاع پر کوئی احسان نہیں ہوگا بلکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اُمتی مسیح پر احسان ہوگا کہ آقا نے اپنے فیض اور قوتِ قدسیہ سے اپنے ایک غلام کو مسیح بنایا اور سچی طاقتیں دے کر اُس سے دُنیا میں اسلام کی خدمت کروائی۔ حقیقت

یہی ہے کہ کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ۔ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

شانِ خاتم النّبیّین ؐ

اپنے اسی موقف کی تائید میں ہم جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند و بالا اور بے نظیر شانِ خاتمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جن سے ایک طرف تو پاکستانی اور دیوبندی علماء اور اُن کے خوشہ چینیوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کی قلعی کھل جائے گی اور دوسری طرف طالبانِ حق خود غور کر سکتے ہیں کہ ختمِ نبوت کے جو معنی غیر احمدی علماء کرتے ہیں وہ آنحضرت صلعم کی شان کے شایان ہیں یا وہ معنی جو حضرت مسیح محمدی علیہ السلام اور آپ کی جماعت کرتی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات اور بزرگ و برتر شان کے لائق ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَار ـــــ!!

ـــ (۱) ـــ

"ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین خاتم العارفین اور خاتم النبیین ؐ ہے اور اسی طرح وہ کتاب اس پر نازل ہوئی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ یہ نبوت اس طرح ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابلِ فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے مُراد یہ ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔ اور اس طرح آپؐ طبعاً خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے اور قرآن کریم خاتم الکتب ٹھہرا۔" (الحکم ۱۷ ؍ مارچ ۱۹۰۵ء)

ـــ (۲) ـــ

"جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا ...... وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وُہ صاحبِ خاتم ہے۔ بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمّت اور ہمدردی نے اُمّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور اُن پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختمِ رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیضِ وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص اُمّتی نہ ہو اُس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خُدا نے ان معنوں سے آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمّتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپؐ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلّی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیضِ محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۷ - ۲۸)

ـــ (۳) ـــ

"افسوس کہ حال کے نادان مُسلمانوں نے اپنے نبیؐ مکرّمؐ کا کچھ قدر نہیں کیا۔ اور ہر ایک بات میں ٹھوکر کھائی۔ وہ ختمِ نبوّت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو نکلتی ہے نہ تعریف۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ پاک میں افاضہ اور تکمیلِ نفوس کے لئے کوئی قوّت نہ تھی۔ اور وہ صرف خشک شریعت سکھانے آئے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو یہ دُعا سکھاتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ پس اگر یہ اُمّت پہلے نبیوں کی وارث نہیں اور اس انعام میں سے اُن کو کچھ حصّہ نہیں تو یہ دُعا کیوں سکھائی گئی۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۰)

ـــ (۴) ـــ

"اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا۔ یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوّتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۹۷)

ـــ (۵) ـــ

"افسوس اُن لوگوں پر جو اس اُمّت کو ایک مُردہ اُمّت خیال کرتے ہیں ...... اُن کے نزدیک یہ بڑے گُناہ کی بات ہے کہ کوئی یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر مسیح ابنِ مریمؑ کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔ اُن کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ کیونکہ قیامت تک خُدا کے مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ بند ہے۔ تعجب ہے یہ لوگ اس قدر تو مانتے ہیں کہ اب بھی خُدا سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔ مگر یہ نہیں مانتے کہ اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ حالانکہ اگر وہ اس زمانہ میں بولتا نہیں تو پھر اُس کے سُننے پر بھی کوئی دلیل نہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کو معطّل کرنے والے سخت بدقسمت لوگ ہیں۔ اور درحقیقت یہ لوگ اسلام کے دُشمن ہیں۔ ختمِ نبوّت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے نبوّت ہی باطل ہوتی ہے۔ کیا ہم ختمِ نبوّت کے یہ معنی کر سکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنے چاہئیں سب بند ہو گئے۔ اور اب خُدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کی خواہش کرنا لاحاصل ہے۔ کیا یہ لوگ بتلا سکتے ہیں کہ اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا کیا فائدہ ہُوا۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں بجُز گزشتہ قصّوں کے اور کچھ نہیں اُن کا مذہب مُردہ ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کا دروازہ اُن پر بند ہے۔ مگر اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور خُدا تعالیٰ قرآن شریف میں مُسلمانوں کو سُورۃ فاتحہ میں گزشتہ نبیوں کا وارث ٹھیراتا ہے۔ اور دُعا سکھاتا ہے کہ جو پہلے نبیوں کو نعمتیں دی گئی تھیں وہ طلب کریں۔ مگر جس کے ہاتھ میں صرف قصّے ہیں وہ کیونکر وارث کہلا سکتا ہے؟ افسوس اِن لوگوں پر کہ اِن کے آگے تمام برکات کا چشمہ کھولا گیا مگر یہ نہیں چاہتے کہ ایک گھونٹ بھی اس سے پئیں۔" (چشمۂ مسیحی ص ۶۷ - ۶۸)

ـــ (۶) ـــ

"بالآخر مَیں پھر عامّۃ الناس پر ظاہر کرتا ہُوں کہ مجھے اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ مَیں کافر نہیں ہُوں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے۔ اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ مَیں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خُدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں ہے اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص اب بھی مجھے کافر کہتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اُس کو پوچھا جائے گا۔ مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ میرا خُدا اور رسُول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلّہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دُوسرے پلّہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلّہ بھاری ہوگا۔" (کرامات الصادقین ص ۲۵)

ـــ (۷) ـــ

"اُس نے مُجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہُوا۔ اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجُز محمّدی نبوّت کے سب نبوّتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔ پس اس بناء پر مَیں اُمّتی بھی ہُوں اور نبی بھی۔ اور میری نبوّت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا ایک ظلّ ہے اور بجُز اس کے میری نبوّت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوّتِ محمّدیہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی ہے۔ اور چونکہ مَیں محض ظلّی ہوں اور اُمّتی ہوں اس لئے آنجنابؐ کی اس سے کچھ کسرِ شان نہیں۔" (التجلّیات الٰہیہ ص ۱۲-۱۳)

ـــ (۸) ـــ

"یاد رہے کہ اگر ایک اُمّتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوّت کا پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مُہرِ نبوّت نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ وُہ اُمّتی ہے اور اُس کا اپنا وجود کچھ نہیں۔ اور اس کا کمال نبیٔ متبوع کا کمال ہے۔ اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور اُمّتی بھی۔ مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو اُمّتی نہیں، ختمِ نبوّت کے منافی ہے۔" (چشمۂ مسیحی ص ۶۹ حاشیہ)

ـــ (۹) ـــ

"ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوّت کا دعویٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جُدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبیؐ اللہ بننا چاہے تو وہ مُلحد و بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیّر و تبدّل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مُسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔" (انجام آتھم ص ۲۷ - ۲۸ حاشیہ)

ـــ (۱۰) ـــ

"لعنت ہے اُس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوّت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ **نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ہے نہ کوئی نئی نبوّت۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دُنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے۔"**

(چشمۂ معرفت ص ۳۲۵)

ـــ (۱۱) ـــ

"اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خُدا تعالیٰ سے سچّی محبّت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی اور کامل اتباع نہیں کرتا۔ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا۔ اور خُدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا۔"

(الحکم ۲۴ ؍ ستمبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

پس آنے والا مسیح اور امام مہدی عین ضرورت کے وقت آگیا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حقیقی شان قائم کرکے غلبۂ اسلام کی بُنیاد رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مُسلمان بھائیوں کی غلط فہمیاں جلد دُور فرماۓ تاکہ سب بُنیان مرصوص بن کر غلبۂ اسلام کی مہم کو کامیاب بنائیں آمین ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بحیثیت رحمۃ للعالمین

از محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔اے۔ ایم لٹ، آکسن ربوہ

میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فداہ ابی و امی پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں کہ آپ رحمۃٌ للعالمین تھے ـــــ رؤوف و رحیم تھے ـــ آپؐ کی رحمت و شفقت آپ کے تمام اخلاقِ حسنہ میں جلوہ گر تھی ـــ کبھی یہ جود و سخا بنی تو کبھی عفو میں جلوہ گر ہوئی اور کبھی اسی رحمت نے حلم و صبر کا روپ دھار لیا۔ یہی رحمت تھی جو کبھی پانی بن کر آپ کی آنکھوں سے بہہ پڑی اور کبھی مسکراہٹوں کی صورت میں آپؐ کے دہنِ مبارک پر بکھر کر کائنات کو رعنائیاں بخش گئی۔ کبھی دُعا بنی اور بارش کی صورت میں برسی اور کبھی یہ دُعا بن کر سکینت و اطمینان کے سامان لے آئی ـــ اپنوں نے بھی اس کے جلوے دیکھے اور غیروں نے بھی۔ چھوٹا بڑا، مرد و زن، کوئی بھی اس سے محروم نہ رہا خدا کی تمام مخلوق کو اس نے اپنے پَروں کے نیچے لے رکھا تھا ـــــ یہ کمزوروں، مسکینوں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بھی بنی اور مالداروں، طاقتوروں، سرداروں بادشاہوں پر بھی اس کی عنایات ظاہر ہوئیں۔ غرض آسمان کے نیچے کوئی ایسی مخلوق نہیں جو اس کے فیض سے محروم رہ گئی ہو۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

۲

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دُنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا یا ہوا ہے آیا ہے اور رؤوف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آپؐ پکارے گئے ہیں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں گویا آپؐ کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا تھا ایسا کہ گویا عنقریب اُس پر غشی طاری ہو جائے گی اور گویا شدّتِ قلق سے آپؐ کے اعضاء آپؐ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ آپؐ کی ہمدردی نے آپؐ کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غمخوار سے بڑھ کر تھی۔"

۳

احادیث میں اس کثرت سے آپؐ کے شفقت و رحمت کے واقعات ملتے ہیں کہ کسی ایک موقع پر بیان کرنے کے لئے ان کا انتخاب مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر ہر ادا میں شفقت و رحمت کا پہلو غالب تھا۔ انتہائی نرمی سے گفتگو فرماتے اور ہر انسان کے مزاج اور اس کی عقل کے مطابق گفتگو فرماتے۔ کوئی مصافحہ کرتا تو کبھی ہاتھ چھڑانے میں پہل نہ کرتے اور ہاتھ اس وقت تک علیحدہ نہ کرتے جب تک مصافحہ کرنے والا خود ہاتھ نہ چھڑا لے۔ مہمان آتا تو انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ اس کو گھر کے دروازہ پر مرحبا کہتے رخصت ہوتا تو اس کا سامان اُٹھا کر گھر کے دروازہ تک جاتے اور وہاں الوداع کہتے۔ حضرت انسؓ کو ایک لمبا عرصہ حضورؐ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ کہتے ہیں کہ مارنا تو کجا آپؐ نے کبھی جھڑکا تک نہیں۔ اگر کسی کام کے لئے ارشاد فرماتے اور میں نہ کرتا تو کبھی نہ کہتے کہ کیوں نہیں کیا اور اگر کوئی کام حضورؐ کی مرضی کے خلاف کر بیٹھتا تو کبھی نہ کہتے کہ کیوں کیا۔

ایک دفعہ حضورؐ کی موجودگی میں مسجدِ نبویؐ میں بدو آیا اور مسجد کے صحن میں ایک طرف پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ صحابہؓ نے روکنا چاہا تو فرمایا نہیں کرنے دو۔ پھر جب وہ فارغ ہوا تو فرمایا اب پانی بہا دو۔ ایک سیاہ فام عورت مسجدِ نبوی میں صفائی اور جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی حضورؐ کو چند دن نظر نہیں آئی۔ پوچھا کہاں گئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ فوت ہو گئی۔ فرمایا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک بیچاری اور غریب سی عورت تھی ہم نے سوچا کہ اس کے جنازہ کے لئے حضورؐ کو کیوں تکلیف دیں ہم نے خود ہی جنازہ پڑھ کر دفنا دیا۔ فرمایا ایسا نہیں کرنا تھا مجھے اطلاع دی ہوتی میں خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھاتا اچھا اب مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ پھر اس کے مزار پر گئے اور وہاں دُعا کی۔

غرض صحابہؓ نے بھی اور غیروں نے بھی حضورؐ کی شفقت کے ہزارہا نظارے دیکھے۔ اس وقت میں نے صحابہؓ پر شفقت، منافقین پر شفقت اور اپنے دشمنوں پر شفقت کے چند واقعات لئے ہیں:۔

● عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النَّعِيْمِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۸۶ طبع مصری)

مصعب بن عمیرؓ مکّہ کے ایک بڑے صاحبِ اثر اور امیر خاندان کے نوجوان تھے جو ابتدائی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ مسلمان ہونے سے پہلے بڑی امیرانہ ٹھاٹ سے رہتے اور بہت عمدہ لباس پہنا کرتے تھے مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے اموال سے محروم کر دیا گیا۔

محمد بن کعبؓ انہی مصعبؓ بن عمیرؓ کے بارہ میں یہ روایت بیان کرتے ہیں محمد بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہوئے سُنا۔ ان کو حضرت علیؓ نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر سامنے سے ہماری طرف آتے دکھائی دئے۔ اس وقت سوائے ایک چادر کے جو اس قدر پھٹی ہوئی تھی کہ اُس پر چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے اُن کے تن پر اور کوئی لباس نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان کی طرف اُٹھی خیال آیا کہ کبھی یہ شخص ہر وقت امیرانہ لباس میں ملبوس رہتا تھا اور آج اس کی یہ حالت ہے اور بے اختیار حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

● عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِذَا عُثْمَانُ جَالِسٌ يَبْكِيْ عَلٰى اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَاهُ يَعْنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكَ يَا عُثْمَانُ قَالَ اَبْكِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّهُ انْقَطَعَ صِهْرِيْ مِنْكَ قَالَ لَا تَبْكِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ عِنْدِيْ مِائَةَ بِنْتٍ تَمُوْتُ وَاحِدَةٌ بَعْدَ وَاحِدَةٍ زَوَّجْتُكَ اُخْرٰى حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ الْمِائَةِ شَيْءٌ۔ هٰذَا جِبْرِيْلُ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَكَ اُخْتَهَا رُقَيَّةَ وَاَجْعَلَ صَدَاقَهَا مِثْلَ صَدَاقِ اُخْتِهَا۔

(کنز العمال کتاب الفضائل جلد ۶ صفحہ ۳۷۵)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ بیٹھے رو رہے ہیں اس وقت آپ کے دونوں ساتھی یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی حضورؐ کے ہمراہ تھے آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو روتے دیکھا

تو فرمایا عثمان کیا ہوا کیوں روتے ہو۔ عرض کیا بس اور تو کوئی بات نہیں صرف اس لئے روتا ہوں کہ حضورؐ سے دامادی کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا مت رو تو تو مجھے ایسا پیارا ہے کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میری سو بیٹیاں بھی ہوتیں اور ایک تجھ سے بیاہنے کے بعد فوت ہو جاتی تو دوسری بیٹی تجھے دے دیتا اور اگر وہ بھی فوت ہو جاتی تو تیسری تجھے بیاہ دیتا یہاں تک کہ میرے گھر میں ان سَو میں سے ایک بیٹی بھی نہ رہتی۔ اور اے عثمان خوش ہو کہ میرا مولیٰ جو میرے جذبہ کو جانتا ہے اس کا حکم ابھی جبرائیل لے کر آئے ہیں کہ مَیں تجھ سے اپنی فوت ہونے والی بیٹی کی بہن رقیہ بیاہ دوں اور اس کی بہن جتنا اس کا حق مہر رکھوں۔

• عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُبَیٍّ جَاءَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ اَنْ یُّعْطِیَهٗ قَمِیْصَهٗ یُکَفِّنُ فِیْهِ اَبَاهُ فَاَعْطَاهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّیَ فَقَامَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) تُصَلِّیْ عَلَیْهِ وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّمَا خَیَّرَنِیَ اللّٰهُ فَقَالَ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً وَسَاَزِیْدُهٗ عَلَی السَّبْعِیْنَ قَالَ اِنَّهٗ مُنَافِقٌ قَالَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔

(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ استغفرلھم اولاتستغفرلھم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہوا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ کے کفن کے لئے حضورؐ اپنی قمیص عنایت فرمادیں اس پر حضورؐ نے اپنی قمیص ان کو عنایت کردی۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھادیں۔ حضورؐ نے ان کی یہ درخواست بھی مان لی۔ جنازہ کے لئے باہر تشریف لائے۔ اور جب جنازہ پڑھانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ برداشت نہ ہوا کہ آپؐ ایسے منافق کا جنازہ پڑھائیں آگے بڑھے اور حضورؐ کے کپڑوں کو پکڑ لیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس منافق کا جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقوں کے لئے دُعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا (کہ عمر تم جس آیت کی طرف اشارہ کر رہے ہو اس میں مجھے منع تو نہیں فرمایا) مجھے تو اللہ نے اختیار دیا ہے میرے مولیٰ نے تو کہا ہے کہ اگر مَیں اس کے حضور ستّر بار بھی ان منافقوں کے لئے استغفار کروں تو بھی اللہ اُنہیں نہیں بخشے گا لیکن اس نے یہ تو نہیں فرمایا کہ اگر مَیں ستّر بار سے زیادہ ان کے لئے استغفار کروں تو بھی اُنہیں نہیں بخشے گا۔ اِس لئے مَیں اپنے مولیٰ کے حضور اِس کے لئے ستّر بار سے زیادہ استغفار کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہ منافق تھا لیکن آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا اور عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھانے لگے۔ جب حضورؐ نماز پڑھا چکے تب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (سورۃ توبہ ع۱۱) کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب جبکہ دُنیا منافقوں کے حق میں بھی تیری عدیم المثال رحمت کا نظارہ دیکھ چکی ہم سمجھتے ہیں کہ اگرچہ تیرا دل یہی چاہتا ہے کہ تو ان منافقوں پر بھی اپنی رحمت کی بارش کرتا رہ لیکن ہم تجھے منع کرتے ہیں کہ آئندہ ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو تو کبھی ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائے گا اور ان کی قبروں پر جا کر بھی ان کی بخشش کے لئے کبھی دُعا نہیں مانگے گا۔

• عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ قَالَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ یَوْمًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَتّٰی لَمْ یَکَدْ یَرْکَعُ ثُمَّ رَکَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَجَعَلَ یَنْفُخُ وَیَبْکِیْ وَیَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِیْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اِنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا انْکَسَفَا فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

(شمائل الترمذی باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا تب آپ نمازِ کسوف پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ ہمیں احساس ہونے لگا کہ آپؐ کبھی رکوع نہیں کریں گے۔ پھر آپؐ رکوع میں چلے گئے پھر آپؐ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ گمان ہوتا تھا کہ شاید آپؐ رکوع میں ہی رہیں گے۔ اور سر نہیں اُٹھائیں گے۔ پھر آپؐ نے ایک طویل رکوع کے بعد سر اُٹھایا اور کھڑے ہوئے اور پھر رکوع کے بعد بھی اتنی دیر کھڑے رہے کہ شاید اب آپؐ سجدہ میں نہیں جائیں گے۔ پھر آپؐ سجدہ میں چلے گئے۔ پھر آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ ہمیں لگتا تھا کہ آپؐ سجدہ میں ہی پڑے رہیں گے اور کبھی سر نہیں اُٹھائیں گے۔ پھر ہم نے آپؐ کو سجدہ کی حالت میں آہیں بھرتے سُنا اور آپؐ سجدہ میں روتے رہے اور اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتے رہے کہ یا ربّا کہیں یہ گرہن اِس لئے تو نہیں لگا کہ اب میری قوم پر تیرا عذاب آنے والا ہے۔ اے میرے مولیٰ ایسا تو نہ کیجیو۔ اے میرے اللہ کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا ہوا کہ جب تک مَیں اِس قوم میں ہوں تو اس پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ میرے مولیٰ کیا تُو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا ہوا کہ جب تک میری قوم تجھ سے تیری بخشش طلب کرتی رہے گی تُو ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ میرے آقا سچ ہے کہ وہ لوگ تیرے حضور جُھک کر تیری بخشش نہیں مانگتے۔ لیکن مولیٰ مَیں اور یہ میرے ساتھی ہم سب مل کر ان کے لئے تیری بخشش مانگتے ہیں۔ اللہ ہماری استغفار ان کے حق میں قبول کرلے اور ان پر عذاب نازل نہ کر۔

عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے اسی کیفیت میں دوسری رکعت بھی پڑھی۔ جب حضورؐ نماز ختم کرچکے تو گرہن جاتا رہا اور سورج کا چہرا صاف ہوگیا تب آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد بجا لائے۔ پھر آپؐ ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا دیکھو سُورج اور چاند خدا کے نشانات میں سے دو نشان ہیں پس جب ان کو گرہن لگا کرے تو خشیت کے ساتھ خدا کے حضور جُھک کر اس کو یاد کیا کرو۔

ایسے پیارے وجود تھے کہ جب تک اِس جہان میں رہے شفقتوں اور رحمتوں کی بارشیں برساتے رہے۔ ایسی بے پایاں رحمتیں برسائیں کہ جو جان کے دشمن تھے جاں نثار بن گئے۔ ایسی کہ جاں نثاروں کو عاشق زار بنا دیا۔ ایسے عاشق زار کہ جب محبوب نے وضو کیا تو کوئی پانی کا قطرہ جو جسم مبارک کو چھو کر گزرا زمین پر نہ گِر پایا اور عاشقوں نے ہوا ہی میں اُسے اُچک لیا۔ باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۳۶ پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم مشاہیر کی نظر میں

از محترم عبد السلام صاحب ٹاک صدر جماعت احمدیہ سرینگر۔ کشمیر

ازل اور ابد کم از کم انسانی تصور کی گرفت سے باہر ہیں۔ انسان کو ایک سوچنے والا دماغ عطا ہوا ہے اور اس دماغ کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے اعضاء کا ایک ٹول بکس (TOOL BOX)۔ اسی کے سہارے پتھر اور دھات کے زمانے سے ترقی کرتا ہوا انسان آج کی رفعتوں میں محو پرواز ہے۔ اور اگر لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔ (سورۃ رحمٰن آیت ۳۴) کی تدغن اس پر نہ ہوتی تو نہ معلوم مادی دنیا میں یہ کیا گزرتا۔ اسی انسان کی قبیل سے مادیات کی دنیا میں ایسے اشخاص بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنے قدموں کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور آنے والے دوسرے لوگ انہی نقوش سے رہنمائی حاصل کر کے آگے ہی آگے قدم بڑھا رہے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو اس قدر متعارف ہیں کہ انہیں سند اور (AUTHORITY) کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

قدرت کے قانون کے تحت انسانی دماغ کے ارتقا کے ساتھ ساتھ ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب مادی ضروریات کی فراوانی کے باوجود اسے ذہنی اور روحانی سکون کی تلاش کی ضرورت بھی پڑی۔ اس کے لئے بھی اس نے مختلف طریق ایجاد کئے۔ اس روحانی سکون کی خاطر یہ اپنی استعداد کے مطابق بھٹکتا بھی رہا۔ یہاں تک کہ قدرت کی طرف سے اس کی رہنمائی ہوئی اسی رہنمائی کا نام القاء۔ الہام اور وحی الٰہی ہے۔ اور اس کا نام مذہب پڑا۔ اس روحانی دنیا میں وقت اور حالات کی مناسبت سے اولیاء۔ رشی۔ ریفارمر اور نبی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے بنی نوع انسان کی روحانی ارتقاء کے لئے بہت کچھ کیا۔ اور دنیا میں جہاں جہاں بھی روحانیت پر یقین ہے وہ طریقہ وہ فلسفہ۔ کسی نہ کسی عارف باللہ کی دین ہے۔ اُس نے خود اس دشت کی بادیہ پیمائی کر کے اس کے سنگ میل مقرر کئے اور دوسرے لوگوں کے لئے راستے کی نشاندہی کر رکھی تاکہ اس راستے پر چل کر وہ اپنی ذہنی تسکین و اطمینان حاصل کر کے روحانی مدارج بھی حاصل کر سکیں۔

اس مذہبی دنیا میں مکمل چھان بین اور پوری تحقیق کے بعد جو منفرد اور سب سے بلند و بالا ہستی ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ اور جس کے لئے اگر ایک طرف خدائے واحد و برتر کا یہ اعلان ہے کہ وہ خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین (صلعم) ہیں تو دوسری طرف اس نے اپنی پاکیزہ زندگی کے پورے دور میں اپنے کردار و عمل سے اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا کہ خدائے برحق کا اعلان سو فیصد صحیح ہے۔ اسی اعلان کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ یہ فرما کر

لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔

کہہ کر انسان کے لئے ایک کسوٹی مہیا فرماتا ہے تاکہ انسان خود اسی کسوٹی پر پرکھ کر اس انسان کامل کی تصدیق کرے کیونکہ انسانی فطرت میں یہ بات ودیعت ہے کہ جب تک دو اور دو چار کی طرح اس کا دماغ کسی چیز کی حقانیت و صحت کو تسلیم نہ کرے اُس کا یقین تشنہ رہ جاتا ہے۔

جوہری، لعل شناس اور CONNOISSEUR. اپنی اپنی جگہ ہر لحاظ اور ہر زاویے سے اپنی پرکھ کے بارے میں اپنی تسلی کر لیتا ہے۔ لیکن لطف تو جب ہے کہ وہ لوگ بھی جو بنیادی طور پر کسی بات، کسی شخص یا اس کے نظریات سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس بات کا بے ساختہ اقرار کریں کہ واقعی دعویٰ دلیل رکھتا ہے اور عملاً دنیا میں اس نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ ایک مکمل انسان تھا۔ جو ہر برائی، ہر رجس اور ہر کمزوری سے پاک تھا۔ اور اسے کہتے ہیں والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے۔ انسان دوستی۔ عاجزی و انکساری عدل و مساوات شجاعت۔ پاس عہد۔ یقین کامل اور رحمۃ للعالمین ہونے کی رعایت سے انسان تو انسان حیوانات سے بھی حسن سلوک میں منفرد دکھائی دیتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اُن سے پہلے کی دنیا میں کوئی بھی انسان اُن کے درجے کا پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور خدا گواہ ہے کہ آئندہ بھی اُن سا اولوالعزم اور مکمل انسان پیدا نہیں ہوگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اب کسی کو اپنی معرفت سے نوازے تو وہ بھی انہی کی کامل متابعت کے نتیجے میں ہی ہو سکتا ہے۔ اِن کی غلامی سے باہر رہ کر ہرگز نہیں۔

اِن کے زمانۂ بعثت کو دیکھئے ظہر الفساد فی البر والبحر کی کیفیت تھی مجموعی طور پر انسان اور بالخصوص اُس خطے کا انسان جہاں آپ مبعوث ہوئے اسفل السافلین کی حد تک چلا گیا تھا۔ لوگ انسان ہو کر وحشیانہ خصائل اختیار کر گئے تھے۔ اسی ماحول میں آپ کی بعثت ہوئی اور پچاس ساٹھ سال کی قلیل مدت میں

”آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسان بنایا۔ پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔“

(لیکچر سیالکوٹ)

آپ کی قوت قدسی عرب کے بدو ساربان جہان بان بن گئے۔ وہ دنیا کے معلم و مربی بنے اس کا اعتراف مسٹر ہربرٹ وائل (HERBERT WYLE) اپنی کتاب GREAT TEACHER میں یوں کرتے ہیں:۔

”حضرت مسیح کی وفات کے چھ سو سال بعد جبکہ عرب کی اخلاقی حالت نہایت ہی خراب ہو گئی تھی اپریل سنہ ۵۷۰ عیسوی کو حضرت محمد (صلعم) پیدا ہوئے۔ جنہوں نے بت پرستی کو مٹایا اور عرب کے وحشیوں کو نہایت متمدن بنایا۔ عام لوگ ان کی دیانتداری اور سچائی کے سبب ان کو امین کہہ کر پکارتے ہیں۔ انہوں نے گمراہوں کو راستہ بتایا اور لوگوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کی۔“

انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ اگر چال چلن (CHARACTER) گیا تو سب کچھ گیا۔ پھر انسان کے پاس صفات رحمانیہ سے کچھ نہیں رہتا۔ وہ ہر برائی کا شکار ہو سکتا ہے اور چونکہ اس کا ضمیر مردہ ہو چکا ہوتا ہے اُس میں نیکی اور بدی میں تمیز کی صلاحیت نہیں رہتی اور وہ سماج کے لئے ایک ناسور بن جاتا ہے۔ کچھ اس قسم کی حالت اُس وقت جزیرۃ العرب کی تھی۔ لیکن آپ کے اعلیٰ کیریکٹر خلق و پاکدامنی اور امانت و دیانت سے متأثر ہو کر دعویٰ نبوت سے بہت پہلے انہی عربوں نے آپ کو امین اور صدوق کا خطاب دیا۔ اس بارے میں سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد (صلعم) میں لکھتے ہیں:۔

”محمد (صلعم) کے متعلق جملہ تصنیفات ان کے چال چلن کی عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھیں، متفق ہیں۔“

اور اسی طرح آپ کی مطہر زندگی کے بارے میں کونٹ ٹالسٹائی یوں لکھتا ہے:۔

”حضرت محمد (صلعم) متواضع۔ خلیق اور روشن ضمیر صاحب بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت ابتداء سے ہی دینی مباحث اور اصلاح کی طرف مائل تھی حضرت محمد (صلعم) نے چالیس سال تک نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی۔ عرب کے تمام باشندے آپ کی صداقت نیکی اور خلق کے رہین منت تھے۔ دوست واقارب اور اجنبی سب آپ سے محبت رکھتے تھے۔ اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ، شرافت نفس اور صداقت تمام حجاز میں ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔“

(اسوۃ النبی ص[illegible])

THE LIGHT OF RELIGION میں ایک فلسفی اس طرح لکھتا ہے۔

”حضرت محمد (صلعم) ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انہوں نے گمراہوں کو بت پرستی سے روکا۔ اور نعمال قبیحہ سے منع کیا۔ خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوت و ہمدردی [illegible]

اور عبادات کے سبق سے ان کے دلوں کو لبریز کر دیا۔ بنائت گری اور خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ آپ دنیا میں مصلح بن کر آئے تھے اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی ہے جو قوت بشری سے سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔"

ہر وہ لیڈر اور رہنما جس کے دل میں بنی نوع انسان کے لئے درد ہو یہی چاہتا ہے کہ لوگوں کی حالت ہر لحاظ سے سدھر جائے۔ وہ اپنے نفس اور اپنی ذات پر لوگوں کے مفاد کو ترجیح دیتا ہے۔ بے لوث خدمت کی توفیق، اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اور بہت کم لوگ ایسے گذرے ہیں جو اس زمرے میں آتے ہیں اور جتنے بھی آج تک گذرے ہیں ان سب میں بلند ترین انقلابی شخصیت ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ گبن (GIBBON) اپنی تاریخ HISTORY OF WORLD صفحہ ۲۸۸ میں لکھتے ہیں:۔

"ہر انصاف پسند یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ حضرت محمد (صلعم) کی تعلیم تبلیغ و ہدایت خالص سچائی اور خیر خواہی پر مبنی تھی۔ آپ ظاہری شان و شوکت بالکل حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنیٰ ادنیٰ کام خود کرتے تھے۔ آگ سلگاتے، جھاڑو دیتے۔ اپنی جوتیاں گانٹھتے اپنے کپڑوں کا پیوند لگاتے۔ جو کی روٹیاں کھاتے مگر مہمانوں کو اچھے سے اچھا کھلاتے۔ ہر اعتبار سے آپ مقدس بزرگ تھے۔"

اور گبن کی ہمنوائی اور تائید میں تھامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) اپنی کتاب HERO AND HEROWORSHIP میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"حضرت محمد (صلعم) کا قلب نہایت صاف۔ شفاف اور ان کے خیالات، ہوا و ہوس پاک تھے۔ وہ نہایت سرگرم ریفارمر۔ اور باخدا بزرگ تھے آج بھی ان کی صداقت کامیابی کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس روشن چشم۔ فراخ حوصلہ۔ کریم النفس معاشرت پسند اور درد بھرے دل والے بادیہ نشین کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں شان

کی شان نظر آتی ہے۔ ان کا شمار ان لوگوں میں سے تھا جن کا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں۔"

یہی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"HE WAS A MAN OF TRUTH AND FIDELITY, TRUE IN WHAT HE DID, IN WHAT HE SPOKE, IN WHAT HE THOUGHT, HE ALWAYS MEANT SOMETHING. A MAN RATHER TACITURN IN SPEECH, SILENT WHEN THERE WAS NOTHING TO BE SIAD, BUT PERTINENT, WISE SINCERE WHEN HE DID SPEAK ALW-AYS THROWING LIGHT ON THE MATTER."

یعنی حضور علیہ السلام ایک امین اور صادق شخص تھے۔ اپنے خیالات اور اعمال میں نہایت پاکیزہ آپ نہایت ہی کم گو، خاموش طبع تھے۔ مگر نہایت ہمدرد اور خلیق تھے۔ اور جب کبھی کلام فرماتے تو معاملات پر روشنی ڈالتے اور معنی خیز کلام فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بازی اور منکسر المزاجی کے بارے میں مسٹر سٹینلے پول کی شہادت ملاحظہ فرمائیں۔

"حضرت محمد (صلعم) نہایت بااخلاق اور رحم دل بزرگ تھے۔ ان کی خدا پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ آپ اس قدر انکسار پسند تھے کہ بیماروں کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے۔ غریبوں سے بہت زیادہ محبت کرتے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ بکریوں کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے۔ بے شک وہ مقدس پیغمبر تھے۔"

(Speeches of Mohammad)

ہندوستان کی آزادی کے معمار اول مہاتما گاندھی اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

"سیرۃ النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدے میں مزید پختگی اور استحکام آگیا کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانیت میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی انتہائی بے نفسی، عہود و مواثیق کا انتہائی احترام، اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی۔ جرأت و بے خوفی۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد، اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ جو ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہا لے گئے۔"

(مسلم راجپوت یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء)

سکھ مذہب کے پہلے گورو حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کی قبولیت کا راز ہی اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ محمد (صلعم) پر ایمان لائے اور مداومت سے اُن پر درود و سلام بھیجتا رہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "پیر پیغمبر، سالک صادق، شہدے اور شہید شیخ، مشائخ، قاضی ملاں اور درویش رشید برکت تن کو اگلی پڑھدے رہن درود"

(سری راگ محلا گرنتھ صاحب)

(ب) "اول ناؤں خدائیکا، در دربان رسول شیخا نیت راس کر تاں درگاہ پویں قبول"

(جنم ساکھی سنگھ سبھا والی ص ۱۴۱)

یعنی دنیا میں بے شمار پیر، پیغمبر، سالک، صادق اور شہید ہیں، اور اسی طرح شیخ، مشائخ، ملاں اور قاضی بھی مگر آج اگلے جہان کی برکت انہیں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہیں۔ اول نام خدا کا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربان ہیں جب تک، اے شیخ تو اپنی نیت پاک و صاف نہ کرے اس وقت تک تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں قبول نہیں ہو سکتا۔

اللّٰھم صل علی محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ و علی عبدک المسیح الموعود و بارک و سلم انک حمید مجید +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رحمۃ للعالمین

بقیہ صفحہ ۲۹

ایسے وجود تھے کہ جب اس دنیا سے گذر گئے تو عاشقوں کی کمریں ٹوٹ گئیں اور عمر جیسا بہادر اور جری انسان بھی اپنے حواس کھو بیٹھا اور جب اس کو یقین دلایا گیا کہ تیرا محبوب واقعی رخصت ہو گیا ہے تو فرط غم سے بے ہوش ہو کر گر گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینی چھوڑ دی اور کے جُمعہ کا مجنوں کا ایک دیوانہ مجنوں دیار مدینہ کی گلیوں میں یہ گاتا پھرا ہے

کنت السواد لناظری
فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت
فعلیک کنت احاذر

تو تو میری آنکھوں کی پتلی تھا۔ تو میری آنکھیں تھا جس سے میں باوجود اندھا ہونے کے دیکھتا تھا۔ تو تھا تو سب کچھ تھا۔ یہ چاند یہ ستارے یہ ساری کائنات میرے ہی تو تھے۔ تیرے ہوتے نہ کھو کر کچھ غم تھا اور نہ کسی چیز کے ہاتھ سے نکلنے کا خوف۔ بس یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ تو داغ جدائی نہ دے جائے۔ آہ! آج تو چلا گیا تو میں سچ مچ اپنی آنکھوں کا نور کھو بیٹھا ساری کائنات مجھ سے چھن گئی ۔۔۔ آہ! اب تو نہیں تو نہ کسی کے مرنے کا غم ہے نہ کسی کو کھونے کا خوف نہ کسی کے جینے کی خوشی۔ بس ایک غم ہے اور وہ تیری جدائی کا غم ہے ایسا غم کہ اس نے مجھے جیتے جی مار دیا۔

ایسے وجود تھے کہ آپ اس دنیا سے چلے گئے لیکن آپ کی رحمتیں ہیں کہ برستی ہی جاتی ہیں آج بھی عشق کے زخم لگتے ہیں۔ کیسے وجود تھے کہ حجاب میں رہ کر بھی بازار عشق گرم رکھا۔ بڑے بڑے عاشق پیدا کیئے اور ایک وہ بھی جو عاشقوں کا عاشق تھا۔ جس کی پور پور سے اسوہ کی محبت بہتی تھی۔ اور کہہ کبھی تجھ الفاظ کا روپ دھار لیتی تو پھر مستانے یہ آواز بھی سنتے تھے سے

سر و ارم فدائے خاک احمد
دلم ہر وقت قربان محمد

(بشکریہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ستمبر ۸۶ء)

محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات طبقۂ نسواں پر

از محترمہ اعظم النساء صاحبہ اہلیہ مکرم سیٹھ بشیر الدین صاحب حیدرآباد و صوبائی صدر لجنہ اماء اللہ آندھرا

قبل از اسلام طبقۂ نسواں کی حالت زار

آہ! میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں؟ — خون جگر سے پالنے والے اپنی لخت جگر کو محض اس بنا پر کہ اُس نے عورت کا جنم لیا ہے خوشی خوشی ڈھیروں خاک تلے دفن کر رہے ہیں — رُخ پھیرتی ہوں تو کلیجے کو مسوسنے والا یہ ہولناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی ماں کو زوجیت میں لے رہا ہے — اور پھر اس منظر کو دیکھ کر تو آنکھیں پتھرا سی جاتی ہیں کہ عورت کو نہ صرف حق وراثت سے محروم رکھا جا رہا ہے بلکہ خود اسے مال وراثت سمجھ کر باہم تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ان مظالم کی تاب نہ لاکر بیٹی تڑپتی ہے، بہن فریاد کرتی ہے، بیوی روتی ہے اور ماں آہیں بھرتی ہے کہ اے ظالم مردو! للہ ہمیں بھی اپنی دولت عزت اور محبت سے کچھ تو دو — مگر اُف ظالم مرد! کہ وہ عورت کے نسوانی حسن کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے تو صرف یہ کہ عورت کی پیدائش کا مقصد ہی مرد کی دل بستگی ہے۔

صنف نازک اور دیگر مذاہب

یہ تو تھے وہ کربناک مناظر جو میری چشم تصور نے آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے ریگزاروں میں مشاہدہ کئے۔ اب آئیے دیگر مذاہب میں بھی عورت کی حالت زار پر نظر ڈالیں:۔

● — یہودیت میں عورت کو بنیادی طور پر گناہگار کہا گیا اور اسے مرد کی ایسی منقولہ جائیداد قرار دیا گیا جس پر وہ ہر طرح سے تصرف رکھتا ہے۔

● — عیسائیت نے عورت کے وجود کا انکار اس رنگ میں کیا کہ اسے دیکھنا حرام ہے۔ ہر جھگڑے کی بنیاد عورت ہے۔ اس سے بچ کر رہنا چاہیئے۔ عورت کا وراثت میں کوئی حق نہیں تھا۔ اسے کسی بھی شعبہ حیات میں آزادی حاصل نہ تھی۔ زندگی میں صرف تین مرتبہ اسے گھر کی دہلیز سے قدم باہر رکھنے کی اجازت تھی ایک وہ وقت جب گرجے میں اس کا نام رکھا جاتا۔ دوسرے وہ جب اس کی شادی ہوتی اور تیسرے جب اُس کا جنازہ نکلتا۔ کلیسیا کے نام پر اُس کی بھینٹ چڑھائی جاتی — اس کے فطری جذبات کو ایسی بے رحمی سے کچلا گیا کہ اُس کے لئے اپنے جذبات کی تکلیف کے لئے ناجائز راہوں پر قدم مارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ رُومتہ الکبریٰ جو عیسائیت کا مرکز تھا وہاں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی۔ ان سے جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ رومن کیتھولک مذہب میں تو عورت کو کلام مقدس کو چھونے اور گرجے میں جانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ البتہ وہ گرجے کی پاسبانی کر سکتی تھی۔

● — ہندو دھرم میں عورت کو ڈنک مارنے والا بچھو قرار دیا گیا۔ شادی میں کنیا دان کی رسم کے ذریعہ بیوی شوہر کو بطور خیرات ملتی تھی۔ ستی جیسی ظالمانہ رسم ہندو دھرم کا مقدس فریضہ تھی۔ یہاں بھی عورت کا وراثت میں کوئی حق نہیں تھا۔ طلاق اور خلع کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ بیوی مرد کی ملکیت سمجھی جاتی تھی جسے وہ اپنی مرضی سے جس کے پاس چاہے منتقل کر سکتا تھا۔ راجے مہاراجے بیویوں کو داؤ پر لگا کر جوئے میں ہار دیتے تھے۔ متعدد بھائیوں کی ایک مشترکہ بیوی بھی ہوتی۔ نیوگ جیسی شرمناک رسم کا چلن عام تھا اور دیوتاؤں کے آگے اُنہیں بے دریغ قربان کیا جاتا تھا۔

بعینہٖ مذاہب عالم کی دوسری شاخوں اور تحریکات نے بھی عورت کو ظلم وستم کا تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔ اور دُنیا کا کوئی بھی مذہب کوئی بھی تحریک کوئی بھی ازم اور کوئی بھی فلسفہ عورت کو اس کا وہ حقیقی مقام دینے کے لئے تیار نہیں تھا جو محسن کائنات و فخر موجودات حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے عطا فرمایا ہے

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفےٰؐ نبیوں کا سردار

محسنِ اعظم کی بے نظیر تعلیم

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو نے ہم بے کس اور لاچار عورتوں کی کایا پلٹ دی۔ ہمارے بے جان جسموں میں یہ کہہ کر زندگی کی ایک نئی روح پیدا فرما دی کہ:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ جو کوئی مومن ہونے کی حالت میں مناسب حال عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ اور ہم اُن سب کو اُن کے بہترین عمل کے مطابق بدلہ دیں گے۔

اسی طرح قرآن کریم میں ہمیں متعدد ایسی آیات بھی ملتی ہیں جن سے صنف نازک کی دینی اور دنیوی ترقیات کی راہوں کی تعیین ہوتی ہے مثلاً سورۃ نساء کے اٹھارویں رکوع میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مرد ہوں یا عورتیں جو بھی نیک عمل بجا لائیں گے اگر وہ حقیقی مومن ہوں گے تو یکساں طور سے جنت کے وارث قرار پائیں گے اور اُن کے تئیں ذرہ برابر بھی ظلم اور ناانصافی سے کام نہیں لیا جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ فطری اعتبار سے عورتیں مردوں سے مختلف ہیں۔ عورت ماں بننے کی صلاحیت رکھتی ہے مگر باپ نہیں بن سکتی۔ اسی طرح مرد میں باپ بننے کی صلاحیت رکھی گئی ہے مگر وہ ماں کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ عائلی زندگی میں قدرت نے مردوں اور عورتوں دونوں میں تقسیم فرما دی ہے مگر عمل و کردار کے میدان میں ترقیات کے حصول کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ کسی مرد کو کسی عورت پر بجز تقویٰ کے کوئی برتری حاصل نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی وضاحت فرما دی ہے کہ نسل انسانی کی بقاء کے لئے ان دونوں جنسوں کی جسمانی بناوٹ میں فرق ضرور ہے اور اس اعتبار سے جہاں اُن کے حقوق و فرائض مختلف ہیں وہاں ان دونوں کے طریق کار میں بھی فرق رکھا گیا ہے مگر جہاں اجر کا سوال آتا ہے وہاں دونوں برابر ہیں۔ جہاں سماجی برتری کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں انسانیت کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ مرد اپنے دائرہ عمل میں حاکم ہے تو عورت اپنے دائرے میں خود مختار!! جب خانگی زندگی میں دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون ملے اور باہم ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کا خیال رکھا جائے تو وہ گھر بذات خود جنت بن جاتا ہے اور اس کی بھینی بھینی خوشبو سے طبیعت از خود کھل اُٹھتی ہے۔

طبقۂ نسواں پر احسانات عظیم

آج چونکہ عورتوں کو اُن کے جائز حقوق اور واجبی احترام سے یکسر محروم کر دیا گیا ہے اس لئے اس ظلم و ناانصافی کے ردعمل کے طور پر مغرب کی عورت اپنے حواس کھو بیٹھی ہے اور ایک خطرناک چھلانگ لگا کر اپنی حدود سے اس طرح باہر نکل آئی ہے کہ آزادی کی ہوس میں نسوانی جوہر سے بھی محروم ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں آج عورت کی حیثیت مشین کے ایک پرزے سے زیادہ نہیں۔ اس کے بالمقابل محسن اعظم حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل مسلمان عورت کو کیسا بلند اور ارفع مقام عطا فرمایا۔ ملاحظہ کیجئے!۔

● — جاہلیت کے اُس دور میں جبکہ بیٹی کی پیدائش کو موجب عار سمجھا جاتا تھا آپ نے اعلان فرمایا کہ خبردار! آج کے بعد کوئی اپنی بیٹی کو زندہ درگور نہ کرے۔ ورنہ اس پر جنت حرام ہے۔

● — آپؐ نے اپنی اُمت کو بشارت دی کہ بیٹیوں کی اچھی تعلیم و تربیت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

● — معاشرے میں صنف نازک کا حقیقی احترام پیدا کرنے کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں محبوب ہیں یعنی نماز، عورت اور خوشبو۔

● — شادی بیاہ کے معاملہ میں عورت کی رضامندی کا حصول آپؐ نے ضروری قرار دیا۔

● — نکاح کی صورت میں مرد کے لئے واجبی قرار دیا کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق عورت کو حق مہر ادا کرے جو عورت کی ذاتی جائیداد متصور ہوگا۔

● — دیگر مذاہب کے علی الرغم آپؐ نے عورت کو محصنہ کہکر پکارا۔

● — عورتوں کو وراثت میں ویسا ہی حق عطا کیا جیسا کہ مردوں کو حاصل ہے۔

● — عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے حضورؐ نے یہ تلقین فرمائی کہ تم میں وہی شخص بہتر ہے جو اپنے اہل کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔

● — اولاد کے دِل میں ماں کا واجبی احترام قائم کرنے کے لئے آپؐ نے یہ نصیحت فرمائی کہ جنّت ماں کے قدموں تلے ہے۔

● — طلب العلم فریضۃ علٰی کل مُسلم و مُسلمۃ کا ارشاد صادر فرما کر آپؐ نے مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی علمی ترقی کے یکساں دروازے کھول دیئے

● — صحابہؓ کے سامنے یہ ارشاد فرما کر کہ نصف دین عائشہؓ سے سیکھو آپؐ نے اپنی اُمت پر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ عورت بھی دُنیا کی معلّمہ بن سکتی ہے۔

● — آپؐ نے عورت کو پردہ کی رعایت سے تمام دینی اُمور حتیٰ کہ فریضۂ جہاد میں بھی مردوں کے دوش بدوش حصّہ لینے کی اجازت عطا فرمائی۔

● — آپؐ نے اپنی اُمت کے مردوں کو متنبہ فرمایا کہ عورتوں کے معاملہ میں ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو۔

● — پھر یہ ارشاد بھی آپؐ ہی کی طرف سے صادر ہُوا کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو۔

● — مرد و عورت میں مساوات کا احساس جگانے کے لئے حضورؐ نے مردوں کو تلقین فرمائی کہ تم جو کھاؤ وہی اپنی بیوی کو بھی کھلاؤ۔

● — آپؐ نے مردوں کو تعداد ازدواج کی اجازت دی مگر مشروط طور پر۔

● — یہ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم ہی کا کرشمہ ہے کہ اسلام میں بیوہ عورت دوسری شادی کر سکتی ہے۔

● — حقوق و فرائض کے معاملہ میں اُمت مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ بے نظیر تعلیم عطا ہوئی کہ ولھنّ مثل الذی علیھنّ بالمعروف یعنی مردوں پر عورتوں کے ایسے ہی حقوق ہیں جیسے عورتوں پر مردوں کے۔

● — تجرد کی زندگی کو ناپسند کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ جب انسان شادی کرتا ہے تو وہ اپنا نصف دین مکمل کر لیتا ہے۔

● — شادی کے بعد میاں بیوی میں اختلافات پیدا ہو جانے کی صورت میں جہاں آپؐ نے مرد کو طلاق کا حق دیا وہاں عورت کو حق خلع عطا فرمایا۔

● — عورت کو اپنی جائیداد سے تجارت کرنے، صدقہ و خیرات کرنے اور اپنا مال اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی اجازت بھی آپؐ کے وجود فیض رساں کی ایک برکت ہے ورنہ قبل از اسلام عورت کو اس کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

● — یہ آپؐ ہی کا احسان عظیم ہے کہ عورت کے بارہ میں فرسودہ خیالات اور غلط تصورات کا یکسر قلع قمع کرتے ہوئے اُسے شوہر کے لئے تسکین حیات قرار دیا گیا۔

● — پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ عورت کو دُنیا کی بُری نگاہوں سے محفوظ کرنے کے لئے آپؐ نے اسلامی پردہ کا ایک ایسا عظیم الشان حکم صادر فرمایا جس کی مثال روئے زمین پر کہیں اور نہیں مل سکتی۔

اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں عورتیں پردہ میں رہ کر بھی عظیم الشان کارہائے نمایاں سرانجام دیتی ہیں۔ آزادیٔ نسواں کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عورت کو ہر وہ چیز دیدی جائے جو اس کی نسوانیت کے لئے مضر اور نقصان دِہ ہو۔ معترضین اپنی لاعلمی کے باعث اسلام میں عورت کے حقوق اور واجبی احترام کی حفاظت کو بے جا قید اور پابندی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جبکہ اسلامی پردہ ہرگز کوئی پابندی یا قید نہیں بلکہ عورت کے عزت و احترام کا بام عروج ہے۔

کیا دُنیا نے اپنی آنکھ سے یہ نظارہ نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سرزمین عرب میں عورت کی زندگی، اس کی تعلیم و تربیت اور دینی و دنیوی ترقیات میں ایسا عظیم الشان انقلاب رونما ہُوا کہ زمانے کی ٹھکرائی ہوئی ایک جاہل اور بے کس عورت محصنہ کا خطاب پا گئی۔ اور پوری قوم کی ماں کہلائی۔

احمدی خاتون کی ذمہ داری

آج تحریک آزادیٔ نسواں کی مختلف شکلیں دُنیا میں نظر آتی ہیں مگر کوئی بھی تحریک عورت کو وہ حقوق اور احترام نہیں دلا سکی جو آج سے چودہ سو سال قبل شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا کیا۔ سرمایہ دارانہ نظام حکومت کے حامی بلاک کے ساتھ ساتھ آج سوشلزم اور کمیونزم کا فلسفہ حیات بھی عورت کے مقدس وجود کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تُلا ہُوا ہے۔ اس کے نزدیک مرد و عورت کا ازدواجی رشتہ میں منسلک ہونا ایک بھیانک فعل ہے اور عورت کو مردانہ سماج کے مظالم سے نجات دلانے کا فقط ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ عورت کو ریاست کی جائیداد تسلیم کر لیا جائے پھر جو چاہے اُس سے بچے پیدا کرے، بچے اور ماں کا نگران اس کا اپنا ملک ہو اور یوں عملاً عورت کو عام مشینوں کی طرح محض ایک بچے پیدا کرنے والی مشین کا درجہ دیدیا جائے۔ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں عورتوں کی طرح مرد بھی اپنے مردانہ حقوق کے تحفظ کے لئے تنظیمیں قائم کر رہے ہیں۔ نتیجتاً جہاں عورتیں مردوں کے خلاف نعرے لگا رہی ہیں وہاں مرد عورتوں کے خلاف مظاہروں پر اُتر آئے ہیں۔

ایسے پُر آشوب دَور میں ہم احمدی عورتوں کا فرض ہے کہ ہم آج کی پیاسی دُنیا کو اسلام کے چشمۂ صافی سے سیراب کریں اور مستشرقین کی طرف سے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اپنے عملی نمونہ سے دیں۔ آج عورت کو پھر ایک شفیق اور محسن نجات دہندہ کی ضرورت ہے جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صفات سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ایک کامیاب داعی الی اللہ کے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے تا آنکہ تمام دُنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت میں آجائے آمین اللّٰھم آمین۔

ایک قابل قدر مخلصانہ پیشکش

مکرم منیر احمد صاحب بانی کلکتہ، مکرم غلام محمود صاحب راجوری ممبئی، مکرم وی عبدالرحیم صاحب مرکرہ، مکرم سید جہانگیر علی صاحب فلک نما حیدرآباد، مکرم مسعود احمد صاحب کمینک حیدرآباد، اور مکرم محمد احمد صاحب غوری حیدرآباد نے اپنے اپنے اشتہارات کی جگہ جماعتی ضروریات کے لئے وقف کرتے ہوئے اُجرت اشتہار کے متبادل مستقل سالانہ اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح مکرم پرویز احمد صاحب بمبئی نے بھی جماعتی ضروریات کو مقدم رکھتے ہوئے اپنی طرف سے شائع ہو رہے "ارشاد نبویؐ" کے کالم میں جگہ کی تخفیف فرمادی ہے۔

ادارہ اِن تمام احباب کی مخلصانہ اور قابل قدر پیشکش کے لئے تہہ دل سے ممنون ہے اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے اِن سب احباب کے اخلاص اور دینی و دنیوی مقاصد میں غیر معمولی برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

ایڈیٹر و مینجر بدر

کامل انسان وہ انسان جو سب سے زیادہ اور انسان کامل تھا۔ اور کامل نبی تھا۔ اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث و حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہُوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(اتمام الحجۃ ۱۳۱۱ھ صفحہ ۲۸ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

دیوبند میں

عالمگیر تحفظِ ختمِ نبوّت کانفرنس
اور

جماعتِ احمدیہ

اقوالِ بزرگانِ اُمّت کی روشنی میں!!

ازنظارت تالیف و اشاعت قادیان

ناظرین کرام! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بلاشُبہ اُمّت کا اِس پر اجماع ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خاتَمَ النّبیّین ہیں اور یہ بھی سب کو مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق آخر الانبیاء اور لا نبیَّ بعدی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اُمّتِ محمدیہ نے خاتم النّبیین اور لا نبیَّ بعدی کے کن معنوں اور کس مفہوم پر اجماع کیا ہے؟ اِس سوال کا جواب متعین کرنے کے لئے اِس مختصر فولڈر میں اُمّتِ محمّدیہ کے بعض بزرگانِ سلف کے حوالے ختمِ نبوّت کی تشریح میں پیش ہیں۔ اُن کا زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دَور سے لے کر ہمارے زمانے تک ممتد ہے اور ان کی ملکی وسعت ہندوستان، پاکستان، عرب، ترکی اور مصر تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی روشنی میں ختمِ نبوّت کے حقیقی معنی سمجھنے میں کوئی دِقّت باقی نہیں رہ جاتی۔

بزرگانِ اُمّت کے اقوال سے قبل سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ آپ بہ نفسِ نفیس آیت خاتم النّبیین کے نزول کے پانچ سال بعد اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر فرماتے ہیں لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا (ابن ماجہ جلد ۱ کتاب الجنائز ص ۲۳۷) کہ اگر (میرا بیٹا ابراہیم) زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی بنتا۔

○ جلیل القدر امام حضرت مُلّا علی قاریؒ (وفات ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں یعنی اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع یا اُمّتی نبی ہوتے۔ اور یہ صورت خاتم النّبیین کے خلاف نہیں ہے کیونکہ خاتم النّبیین کے تو یہ معنی ہیں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کا اُمّتی نہ ہو۔
(موضوعات کبیر ص ۵۹)

○ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں:۔ قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ (دُرِّ منثور جلد ۵ ص ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار ص ۸۵) کہ "اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تو ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئیگا۔"

○ رئیس الصوفیاء حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ (وفات ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں:۔ اِنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِہٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔

ترجمہ:۔ وہ نبوّت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ختم ہوئی ہے وہ صرف شریعت والی نبوّت ہے نہ کہ مقامِ نبوّت۔ پس اب ایسی شریعت نہیں آسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے یا آپؐ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرے۔ یہی معنی اِس حدیث کے ہیں کہ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ کہ اب رسالت اور نبوّت منقطع ہو گئی ہے۔ میرے بعد نہ رسول ہے نہ نبی۔ یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ آئندہ جب کبھی نبی ہوگا وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔
(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص ۳)

○ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ (وفات ۱۱۷۶ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النّبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دے کر مامور کرے یعنی نئی شریعت لانے والا نبی نہ ہوگا۔ (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ ص ۷۲ مطبوعہ بجنور)

○ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ (وفات ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں۔ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے۔ (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس نیا ایڈیشن ص ۱۶)

○ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:۔ (الف) "سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم و تاخّرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اِس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر النّاس ص ۳)

(ب) "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔" (ایضاً ص ۲۸)

○ مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔ "ختمِ نبوّت کے معنی قطعِ نبوّت یا انقطاعِ رسالت کے نہیں کہ اب نبوّت کی نعمت دُنیا میں باقی نہیں رہی یا اس کا نور عالم سے زائل ہو گیا۔ بلکہ تکمیلِ نبوّت کے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالاتِ نبوّت اپنی منتہا کو پہنچ کر مکمل ہو گئے جو اب تک نہ ہوئے تھے۔ اور اب جو نبوّت دُنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔ اور اس کامل نبوّت کے بعد کسی نئی نبوّت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ نہ یہ کہ نبوّت دُنیا سے منقطع ہو گئی اور چھین لی گئی۔" (خاتم النّبیین ص ۸)

آپ مزید فرماتے ہیں:۔ "پھر ساتھ ہی جب کہ خاتم النّبیین کے معنی منتہائے نبوّت کے ہوئے کہ آپ پر ہی آ کر ہر کمال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی پر ختم ہوتا ہے اسی سے شروع بھی ہوتا ہے۔ جو کسی کا منتہا ہوتا ہے وہی اس کا مبدا بھی ہوتا ہے۔" (خاتم النّبیین ص ۹)

○ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔ "مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرے عقیدہ ہے اور وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا۔" (کراماتُ الصادقین ص ۲۵)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:۔ "اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی کبھی شرفِ مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔"
(تجلّیاتِ الٰہیہ ص ۲۵)

○ مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط سابق ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی تحریر کرتے ہیں:۔ "قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ہمارے لئے نہ تھی صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ وہ ہمارے رسول ہیں مگر اُن کی ہدایت اور تعلیم ہمارے لئے نہ تھی۔ پھر نہ معلوم یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ ایک اسرائیلی نبی حضور ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا سارا کاروبار سنبھالیں گے اور اُمّتِ محمدیہ کا کوئی فرد اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ حضرت عیسیٰؑ کی جگہ وہ کام انجام دے۔ جس سے حضورؐ کی شان بڑھے اور ایک اسرائیلی نبی کو نبی آخر الزمان پر فوقیت نہ ملے جائے۔"

آگے چل کر وہ رقمطراز ہیں "اگر بقول علماء اہل سنت حضرت عیسیٰؑ حضورؐ کے بعد آئے تو خاتم النّبیین کا تاج اُن کے سر پر رکھا جائیگا اور آنحضرت صلعم کی ختمِ نبوّت کا عقیدہ غلط ہو جائے گا۔ پس جو شخص بھی حضرت مسیحؑ کو آنحضرت کے بعد لاتا ہے وہ ختمِ نبوّت کا منکر ہے۔ اگر قادیانی اِس لئے کافر ہیں کہ وہ آنحضرت کے بعد مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور نبی مانتے ہیں تو ہمارے علماء بھی کافر قرار پائے کیونکہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ کو لا کر ختمِ نبوّت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ علماء حضرت مسیحؑ کو لا کر اُنہیں نبی بھی مانتے ہیں اور اُن کو صاحبِ وحی بھی مانتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل کو وحی لانے والا بھی تسلیم کرتے ہیں "ان علماء نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک حقیقی نبی کو واپس لا کر نبوّت کا سارا کاروبار جاری کر دیا پھر بھی وہ ختمِ نبوّت کے منکر نہیں۔ اور قادیانی ختمِ نبوّت کے منکر قرار پائے۔"
(ماہنامہ ہندوستان اُردو ڈائجسٹ نئی دہلی نومبر ۱۹۷۴ء ص ۱۶۔۱۵)

لمحۂ فکریہ

علمائے کرام جو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تحفظِ ختمِ نبوّت کی کانفرنس منعقد کر رہے ہیں اُن سے گذارش ہے کہ اِن بزرگانِ اُمّت کے بارے میں غور فرما دیں [illegible] فرمائیں کہ کیا وہ بھی منکرینِ ختمِ نبوّت کے دائرہ میں آتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تحفظِ ختمِ نبوّت کی آڑ میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کیوں؟ کیا [illegible] جبکہ جماعت [illegible] ختمِ نبوّت کے بارے میں وہی عقیدہ ہے جو متذکرہ بالا بزرگانِ اُمّت نے بیان فرمایا ہے ✦

سیّدِ کونینؐ پر لاکھوں سلام!

امن کے پیغامبر تجھ پر سلام
ہادیٔ جن و بشر تجھ پر سلام
نسخۂ والا گہر تجھ پر سلام
دینِ حق کے راہبر تجھ پر سلام
رہنما تے تاجور تجھ پر سلام
روز و شب، شام و سحر تجھ پر سلام

امن کا رستہ دکھایا پیار سے
جامِ عرفاں کا پلایا پیار سے
دشمنوں سے بھی نباہا پیار سے
غم کے ماروں کو ہنسایا پیار سے
بغض نفرت کو مٹایا پیار سے
پیار انساں کو سکھایا پیار سے

زیبِ افلاک ہوا تیرا سمند
نوعِ انساں کو کیا یوں سربلند
تیرا ہر کلمہ نصیحت اور پند
تیری ہر اک بات میں ہے شیر و قند
صد مبارک تجھ کو یہ اعلیٰ مقام
امن کے پیغامبر تجھ پر سلام

اوّلیں میں بھی ہے تو ہی جلوہ گر
آخریں کا بھی ہے تو ہی راہبر
تیری تعریف ہمیشہ عرش پر
تیرا کلمہ ہے ہمیں محبوب تر
جان سے پیارا ہے اس کا احترام
اے نبیِ انبیاء تجھ پر سلام

منتشر گیسو سنوارے شان سے
بگڑے اطوار سدھارے شان سے
پست اخلاق اُبھارے شان سے
صدق کے جوہر نکھارے شان سے
خوب سے ہے خوب تر ہر ایک کام
امن کے پیغامبر تجھ پر سلام

آہ! کیوں اُمت پہ آفت آگئی
سر پہ کیوں ایسی نحوست چھا گئی
کیوں اسے تہذیبِ مغرب بھا گئی
کذب سیکھا، صدق سے گھبرا گئی
بغض و نفرت سے ہے پُر اس کا کلام
سوئے پستی کیوں ہے یہ محوِ خرام

فکر کا ہرگز نہیں کوئی مقام
ہو گئے مبعوث اُمت کے امام
حضرتِ خیر الرسل کے ظلِّ تام
صد مبارک ہو خلافت کا نظام

آبِ کوثر کا پلا مجھ کو بھی جام
ساقیٔ والا گہر ذی احتشام
سیّدِ کونینؐ پر لاکھوں سلام

○

محتاجِ دعاء :- خاکسار عبدالرحیم راٹھور

Regd. No. P. GDP-3
Phone No. 35
The Weekly Badr QADIAN 143516
6 Nov. 1986 SEERAT-UN-NABI NUMBER PRICE Rs. 3-00

Only Titale Printed at PAWAN PRESS AMRITSAR Phone 41400